رجسٹرڈ ایل نمبر ۷۰۶

ہندوستان بھر میں سکھوں اور آریوں میں تبلیغ اسلام کے اہم فرائض کو بجا لانیوالا اسلامی اخبار

ضوابط

عوام سے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہے

ہی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۱۲ آنہ

متیازی قیمت ۔ ۔ ۔ ۔ ۵ھ

ت کے اسمار گرامی اخبار کے سرپرستوں
ں لکھے جائینگے۔ اس کے علاوہ جو کچھ
کریں ۔ وہ عطیہ تصور ہوگا +

مورخہ

ستمبر ۱۹۱۸ء

مقاصد

۱۔ اسلام کی خوبیوں اور
اس کی حقیقت

۲۔ آریوں اور عیسا

۳۔ الزامات کی گ
بدلائل عقلی

۴۔ حضرت باوا نانک
میں پہنچانا اور

۵۔ گورنمنٹ برطانیہ

کرنا اور دیگر مذاہب پ

ں سے اسلام کو بچانا
م کے منور چہرہ سے
+

یم کو سکھ صاحبان
م کی دعوت دینا +
رخواہی +

مطالعا

۲۶۔ ذیقعدہ ۱۳۳۶ھ

KHILAFAT LIBRARY

جلد ۹ | ایڈیٹر شیخ محمد یوسف سابق سورن سنگھ ودوان | نمبر ۲۲

کتنے دوستوں نے اپنا فرض ادا کیا

جب سے حضرت خلیفۃ المسیح قادیان تشریف لائے ہیں، خداوند قدوس نے باران رحمت کا دروازہ کھولدیا ہے۔ سمجھو کہ قادیان بھی ڈلہوزی بنگیا ہے۔ صدر ہر جا کہ نشیند صدر است

گذشتہ نمبر میں بتلایا گیا تھا۔ کہ تاحال اس نازک وقت میں صرف ۱۴ ہمدردان نے عملی ہمدردی کا ثبوت دیا۔ اس کے بعد جب فی کرم فرماؤں نے نوز سے

عملی ہمدردی کا ثبوت دیا ہے

جناب آنشی محمد عبد اصب او ریٹر مقدمہ	۵ھ
ر گلاب خانصاحب سب ڈویژنل افسر	۱۰ھ
ر ڈاکٹر فضل کریم صاحب	۱۰ھ
ر سید محمد عبد المجید صاحب مبصوری	۱۰ھ
میزان	لو ۵۹
میزان سابقہ	۲۳۶
کل	۲۹۵ — ۸ — ۰
اور کتنا چاہئے	۷۰۴ — ۸ — ۰

جناب مولوی عبد الواحد صاحب حلوائی ۔۔۔ ۱ھ
منشی عبد الرحمن صاحب ہیڈ کلرک ۔۔۔ ۱ھ
مولوی غلام نبی صاحب ہیڈ کلرک ۔۔۔ ۱ھ
جناب مولوی عمر الدین صاحب ۔۔۔ ۱ھ
جناب منشی طفیل احمد صاحب سپرنٹنڈنٹ ۔۔۔ ۱ھ
" بابو نواب الدین صاحب کوئٹہ ۔۔۔ ۱ھ
" ڈاکٹر اعظم علیخانصاحب فیلڈ ۔۔۔ ۱۰ھ
" ڈاکٹر محمد ابراہیم صاحب کوئٹہ ۔۔۔ ۵ھ

نور کے زندہ رہنے کیلئے ۸ — ۱۰ پیہ کی اشد ضرورت ہے۔ اور یہ پورا بھی آپ ہی دوستوں نے کرنا ہے۔ پھر اسقدر تاخیر کیوں۔ جب آپکی سرد مہری سے نور بند ہو گیا۔ پھر ہمدردی کس کام کی۔ یہی وقت ہے ہمدردی کا۔ بیمار آدمی کے لئے دوائی کی تھوڑی مقدار ہی کافی ہے۔ مرنیکے بعد اسے دوائیوں میں گارڈو مگر وہ زندہ نہیں ہو سکیگا۔ یہی وقت ہے۔ نور کی اعانت کا۔ بعد کی اعانت کس کام کی +

حضرت کا عطیہ اور چھ ہندو

حضرت کے عطیہ سے اس وقت تک چھ ہندو (۱) لدھا رام۔ (۲) بھاشیہ متر (۳) ست سیری سوامی دہرمداس۔ (۴) نانکرام مولراج (۵) سپرنٹنڈنٹ ہندو ریڈنگ روم روہڑی (۶) ہرسروپ برملی مستفیض ہو چکے ہیں۔ باقی ۲۷ ہندو سکھ یا آریہ ۱۰ سالانہ نور کی قیمت دیکر نور سے لابھ اٹھا سکتے ہیں۔ ست دھرم کے ابھلاشی جلد درخواستیں کریں۔ جن کی درخواستیں پہلے آئینگی۔ انہیں کو ترجیح دیجائیگی +

کسقدر نئے خریدار بنے

اخی المکرم منشی محمد یوسف صاحب سکرٹری انجمن احمدیہ مردان نے دس خریدار عطا فرمائے۔ جزاک اللہ احسن الجزاء انمیں سے مولوی عطاء اللہ صاحب کا وی۔ پی وصول اور مرزا امیر اکبر صاحب کا وصول اور باقی تاحال ڈاکخانہ میں۔ مگر مجھے مکرم منشی صاحب کی توجہ سے پوری توقع ہے کہ بقیہ آٹھ انشاء اللہ وصول ہو جائینگے۔ مکرم منشی صاحب کا نمونہ دیگر انجمنوں کے سکرٹریوں کیلئے قابل سبق ہے اگر اور پندرہ بیس منشی محمد یوسف پیدا ہو جائیں تو نور کی مالی مشکلات ایک ہفتہ کے اندر اندر ہی طے ہو سکتے ہیں۔ برادرم شیخ فضل کریم صاحب مہتمم خزانہ عامرہ سرکاری حیدر آباد دکن سے ایک طویل خط درد سے بھرا ہوا لکھتے ہیں۔ جو انشاء اللہ آئندہ نمبر میں شائع کیا جائیگا۔ فی الحال چند سطور کے اندراج پر اکتفا کرتا ہوں۔ لکھتے ہیں:

اخبار نور ۳۔ اگست ۱۹۱۸ء کے لیڈنگ میں ایک فقرہ واقعی قابل غور ہے۔ اور اسے پڑھکر احباب کو خود حضرت خلیفۃ المسیح کے ارشاد کی تعمیل کرنی چاہیئے۔ وہ فقرہ یہ ہے "خدا جانے یہ باقی ۳۶۸ خریدار کس موقع کے منتظر ہیں۔ شاید ان کے دل میں یہ خیال ہو کہ جب نور بند ہو جائیگا اس وقت ہم مدد کریں گے"۔

ان باقی خریداروں میں میں بھی شامل ہوں لیکن میں اور پھر یہ خیال کہ نور بند ہو۔ توبہ توبہ میں حضرت خلیفۃ المسیح کی اتباع میں ۵ خریداروں کی قیمت پیش کرتا ہوں۔ ہر ماہ ایک اخبار کی قیمت کا وی۔ پی کر دیا کریں"۔

خدا کرے کہ بقیہ دوست بھی شیخ فضل کریم صاحب کی طرح اپنے فرض کو محسوس کریں۔ تاکہ نور کے مشکلات جلد سے جلد رفع ہو جائیں۔

جناب منشی ظفر حسن صاحب احمدی	ایک خریدار
جناب عباد اللہ خانصاحب مختار عدالت	"
" چوہدری غلام احمد کریام	"
" شیخ عبد المجید صاحب	"
" قاضی محمد یوسف صاحب احمدی	"
" ڈاکٹر محمد ابراہیم صاحب	دو "
" شیخ محمد شفیع صاحب	ایک "

گویا اس حساب سے ۱۴ پہلے اور ۲۱ اب کل ۶۲ خریداروں نے اپنا فرض ادا کیا۔ ابھی ۳۳۸ احباب پر یہ فرض جوں کا توں قائم ہے۔ خدا جانے وہ کس موقع کے منتظر ہیں۔ پیارو! نور پر اس سے زیادہ نازک وقت تو نہیں آئیگا۔ یہی وقت ہے اعانت کا

شیخ محمد نصیب کے اہتمام سے قادیان میگزین پریس میں چھپکر شیخ محمد یوسف کیلئے شائع ہوا +

رات اندھیری گھمن گھیری بھوٹھاں دامارے
اوہ کی جانن حال اساڈا جیہڑے وسدے نی کنارے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خاکسار کے کام پر خوش ہو کر فرمایا کہ میں آپ کے کام سے بہت خوش ہوا۔ اور میں نے آپ کے لئے بہت دعا کی۔ حالانکہ اسوقت میرے کام کی ابھی ابتدا بھی نہیں ہوئی تھی۔ اگر اسوقت حضرت زندہ ہوتے تو یقیناً خاکسار کے کام کو خاص عزت اور حوصلہ افزائی کی نظر سے دیکھتے۔ حضرت خلیفۃ المسیح اوّل نے کئی بار اپنے درسوں میں فرمایا کہ سکھوں اور آریوں میں کام کرنے کے لئے محمد یوسف مجھے ایک ہی آدمی ملا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی نے حال ہی میں اپنے ایک گرامی نامہ میں تحریر فرمایا جو اسی اخبار کے صفحہ ۳ پر درج ہے۔ کہ اسمیں کوئی شبہ نہیں کہ نور بہت اچھا کام کر رہا ہے۔ اور نور کی اعانت ہر ایک احمدی کا فرض ہے۔ حضرت نے صرف یہاں تک ہی اکتفا نہیں فرمایا۔ بلکہ پانچ خریداروں کی قیمت اپنے ذمہ لی گویا حضرت نے عملی طور پر اس امر کا اظہار فرما دیا۔ کہ ہر ایک احمدی پر نور کی اعانت فرض ہے۔ یہ امور اس امر کا اندازہ لگانے کے لئے کافی ہیں۔ کہ درحقیقت نور کس طرح خلوص قلب اور صدق نیت سے پیارے اسلام کی بجاآوری خدمت پر کمربستہ ہے۔ آج دوست اور دشمن اس امر کا کھلے دل سے اعتراف کر رہے ہیں۔ کہ تمام ہندوستان میں صرف نور ہی ایک ایسا اخبار ہے جو سکھوں اور آریوں میں اشاعت اسلام کا واحد ذریعہ ہے۔ نور کو یہ فخر اور بجا فخر ہے۔ کہ اس کے آریوں کے متعلق سکھ اخبارات نے نہایت فخر سے اپنے کالموں میں لیا۔ اور سکھوں کے متعلق مضامین کی آریہ پریس نے انشرح صدر سے داد دی۔ یہ سب کچھ ہے۔ مگر افسوس ہے۔ تو یہ کہ آج تک نور کے ناظرین نے نور کی بہتری کیطرف بہت ہی کم قدم اٹھایا ہے۔ ایک طرف نور کا یہ عظیم الشان مشن کہ تمام ہندوستان میں سکھوں اور آریوں میں اشاعت اسلام کا یہ اکیلا ہی ذریعہ ہو۔ اور تمام دوست و دشمن اس امر کا اعتراف کریں۔ مگر دوسری طرف ناظرین کی سرد مہری کا یہ عالم ہو۔ کہ ۱۰۰ میں سے ۷۰ وی۔ پی واپس آجائیں۔ بعض اوقات میں گھنٹوں ورطۂ حیرت میں ڈوبا رہا ہوں۔ کہ قوم نور کے ساتھ یہ کیا سلوک کر رہی ہے۔ کیا نور اسی سلوک کا مستحق تھا۔ خدارا آپ اپنے دلوں کو ٹٹولیں۔ کیا دیگر اقوام بھی اپنے مجاہدین پرچوں کیساتھ یہی سلوک کرتی ہیں۔ دو کیوں جاؤ۔ ذرا آریوں کے پرکاش کی طرف ہی نظر دوڑا کر دیکھ لو۔ پہلے ۳ ہزار اشاعت تک میں ایک روپیہ کا اضافہ کیا گیا۔ خریداروں نے انشراح صدر سے لبیک کہی۔ ستاذہی کوئی وی۔ پی واپس آیا ہو۔ اخبار کی اعانت کیلئے دو ہزار کی اپیل کی گئی۔ ہاتھوں ہاتھ جمع ہو گیا۔ اس کا نام ہے قدر افزائی۔ ہم تو صرف باتیں ہی بنانا جانتے ہیں۔ اور اسی کو ہم نے سب کچھ سمجھا ہوا ہے۔ خدارا غور کرو۔ کہاں نور کا یہ عظیم الشان مشن کہ وہ تمام ہندوستان میں سکھوں اور آریوں میں تبلیغ اسلام کا اکیلا ہی ذریعہ ہو۔ اور پھر دوست تو دوست دشمن تک بھی اس کی خدمات کا اعتراف کریں۔ آہ پھر ایسے مجاہد پرچہ کے ساتھ یہ برا سلوک کہ ۴۰۰ اشاعت ہو۔ سو میں سے ۷۰ وی۔ پی واپس آجائیں۔ اس قدر افزائی کی بھی کوئی انتہا ہے۔ آہ کیا کہیں۔ بار بار سائیں بلھے شاہ کا یہ فقرہ زبان پر آجاتا ہے۔ ؎

"جھک جھک کے جیہا کہندی اے منہ آئی بات نہ رہندی اے"

اپیلیں کی گئیں دکھے دل کی پر درد داستان سنائی گئی۔ تا حال تیس خریداروں کا بھی تو اضافہ نہیں ہوا۔ ایکہزار کیلئے اپیل کیگئی۔ مگر تا حال تین صد بھی تو جمع نہیں ہوا ہنوز دلی دور است والا حساب ہے۔ ان حالات میں مدد کے لئے چلانا۔ اپیل کیلئے ہاتھ پسارنا جنگل میں رونا نہیں تو اور کیا ہے۔

دوستو! اگر نور بند ہو جائیگا۔ مگر ساتھ اس کے آپ یہ بھی یاد رکھیں کہ آپ بقول قبلہ میر حامد شاہ صاحب سیالکوٹی۔ اگر نور بند ہو گیا۔ تو قوم آریوں اور سکھوں کے متعلق سلسلہ کی حمایت کی طاقت کو کھو بیٹھے گی۔ خدارا آپ اس بزرگ کی نصیحت پر کان دھریں۔

حضرت خلیفۃ المسیح کی ذات والا صفات جو اس نیلگون آسمان کے نیچے ہماری سب سے زیادہ ہمدرد اور خیر خواہ ہے حضور فرماتے ہیں۔ کام کرنے والے لوگوں کی اعانت ہر ایک احمدی کا فرض ہے۔ اور اسمیں کوئی شک نہیں کہ نور اپنا کام خوب اچھی طرح سے کر رہا ہے۔ دوستو! غور کرو۔ کہ ہمارا دین و دنیا میں سب سے زیادہ خیر خواہ یہ کہتا ہے۔ کہ کام کرنیوالے لوگوں کی اعانت ہر ایک احمدی کا فرض ہے۔ اور اسمیں کوئی شک نہیں کہ نور اپنا کام خوب اچھی طرح سے کر رہا ہے ان الفاظ پر میں جسقدر بھی فخر کروں کم اور جسقدر بھی پھولا نہ سماؤں تھوڑا۔ پھر حضرت اسی پر اکتفا نہیں فرماتے پانچ خریداروں کی قیمت اپنی گرہ سے دیتے ہیں۔ اور ہر ایک احمدی کو نور کی اعانت میں حصہ لینا فرض فرماتے ہیں۔ اب اس سے بڑھکر اور کیا ہو سکتا ہے۔ اے قوم اگر اب بھی تو نے توجہ نہ کی تو پھر مجھے تجھ پر کوئی افسوس نہیں مگر اے قوم! تو سوچ اور غور کر کہ کیا نور کا بند ہو جانا تیری شان کو بڑھا دیگا۔ کیا تو پسند کرتی ہے۔ کہ تمام ہندوستان میں سکھوں اور آریوں میں اشاعت اسلام کا اکیلا ہی ذریعہ نور بند ہو جاوے۔ یقیناً ہر ایک غیرت مند ملت کا نور ایمان ایک طرفۃ العین کے لئے بھی اس امر کو گوارا نہیں کریگا۔ کہ نور جو سکھوں اور آریوں میں اشاعت اسلام کا اکیلا ہی ذریعہ ہے۔ بند ہو جائے۔ تو پھر تاخیر کس کی انتظار کا ہے کی۔ یہی وقت ہے نور کی اعانت کا۔ اس سے بڑھکر اور کوئی نازک وقت نہیں آئیگا۔ ضرورت ہے۔ کہ قوم میری آواز پر نہیں بلکہ اپنے پیارے امام کی آواز پر کان دھرے۔ اور نور کی اعانت کو اپنا فرض سمجھ لے۔ اور آج ہی ہر ایک جو صاحب توفیق ہے۔ وہ نور کی مالی مدد سے اعانت کرے۔ اور اپنے حلقہ احباب میں نور کی توسیع اشاعت کیلئے بدل و جان ساعی کوشاں ہو۔ دو چار خریداروں کا پیدا کر لینا۔ کچھ بھی مشکل نہیں ہے۔ وہ کونسا نور کا خریدار ہوگا۔ جس کے ایک دو دوست نہ ہوں۔ اور پھر وہ کونسے دوست ہونگے۔ جنہیں نور کی خریداری کے لئے کہا جائے۔ اور ان کے سامنے حضرت کا فرمان رکھا جائے۔ اور وہ انکار کر دیں۔ صرف توجہ کی ضرورت ہے۔ میں عرض کرتا ہوں۔ کہ یہی وقت ہے۔ مدد اور توجہ کا۔ اس سے زیادہ نازک وقت نہیں آئیگا۔ اسوقت جبکہ نور کی ہستی کے لالے پڑے ہوئے ہیں۔ نور کی اعانت آپ پر ہر طرح سے فرض ہے۔ اور یہی وقت ہے مدد کا بچانا ہے تو بچا لو۔ ورنہ بعد کی مدد اور ہمدردی کس کام کی بیماری کی حالت میں دوائی نہ دینا اور مرنے کے بعد آٹھ آٹھ آنسو رونے سے کیا فائدہ ؎

جب مر گئے تو آئے ہمارے مزار پر
پتھر پڑیں صنم تیرے ایسے پیار پر

بس میں پھر کہتا ہوں کہ یہی وقت ہے مدد کا بچانا ہے۔ تو بچا لو۔ ورنہ آپ جانیں اور آپکا کام۔

وما علینا الا البلاغ

نور کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح علیہ السلام کا خاص اعلان

KHILAFAT LIBRARY

شیخ محمد یوسف صاحب

اسلام علیکم۔ (یہ میری عبارت اپنے اخبار میں اور دیگر اخبارات میں چھپوا دیں)

برادران۔ اسلام علیکم۔ ایڈیٹر صاحب نور کی اپیل آپ لوگوں نے پڑھی ہوگی۔ کام کرنیوالے لوگوں کی اعانت ہر ایک احمدی کا فرض ہے۔ اور اسمیں کوئی شک نہیں کہ نور اپنا کام خوب اچھی طرح سے کر رہا ہے۔ میں امید کرتا ہوں۔ کہ ہماری جماعت اپنی فرض شناسی سے غافل نہیں ہوگی۔ ہر ایک احمدی نور اور دیگر اخبارات اور رسالہ جات کی اشاعت کی ترقی کو اپنا فرض خیال کریگا سب سے پہلے میں بھی پانچ اخبارات کی قیمت اپنے ذمہ لیتا ہوں۔ اس رقم کو اسطرح خرچ کیا جاوے۔ کہ اس سے چند ایسے غیر مسلموں کے نام جو چھ آنہ سالانہ اخبار کی قیمت دینے کیلئے تیار ہوں اخبار نور سال بھر کے لئے جاری کیا جاوے۔

فی الحال میرے مذکورہ بالا مضمون کو آپ شائع کریں۔ بعد میں میں کچھ بالتفصیل بھی لکھونگا۔

خاکسار مرزا محمود احمد

حضرت باوا نانک رحمۃ اللہ علیہ اور تناسخ

تناسخ کے مسئلہ کے متعلق قبل ازیں بھی کئی دفعہ روشنی ڈالی جا چکی ہے۔ کہ حضرت باوا نانک رحمۃ اللہ علیہ تناسخ کے قائل نہ تھے۔ مگر پھر بھی عام طور پر یہ دیکھا گیا ہے۔ کہ جب سکھ صاحبان کے اپنے ہی مسلمہ گرنتھوں سے اس امر کو ظاہر کر دیا جاتا ہے۔ کہ حضرت باوا نانک رحمۃ اللہ علیہ توحید۔ نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوۃ کے بدل و جان قائل تھے۔ تو ہمارے سکھ دوست عموماً یہ کہکر پیچھا چھوڑایا کرتے ہیں۔ کہ باوا صاحب تناسخ کے قائل تھے۔ اس لئے وہ مسلمان نہیں کہے جا سکتے۔ اگرچہ حضرت باوا نانک رحمۃ اللہ علیہ کے عدم تناسخ کے متعلق جسقدر پہلے حوالہ جات دیئے جا چکے ہیں۔ آج تک کوئی اسکی تردید نہیں کر سکا۔ مگر آج ہم اس موضوع پر چند ایسے شلوک پیش کریں گے۔ جو ان سے قبل نہیں کئے گئے۔ راگ گوڑی محلہ گرنتھ صاحب صفحہ ۲۱۹ پر حضرت باوا صاحب فرماتے ہیں

میرا پربھ بخشے بخشن ہار

مطلب۔ حضرت باوا صاحب فرماتے ہیں۔ کہ میرا خدا کریم ہے بخشش کنندہ ہے۔ اس لئے وہ مجھے بخش دیگا۔ اب ایک تناسخ کا عقیدت مند یہ قطعاً نہیں کہہ سکیگا کہ میرا خدا بخشش کنندہ ہے۔ اور وہ میرے گناہ سے عفو سے کام لیگا۔ تناسخ کی رو سے تو خدا ایک ذرہ برابر بھی گناہ نہیں بخش سکتا۔ اسی پر اکتفا نہیں۔ آئندہ چلکر گرنتھ صاحب صفحہ ۱۵۴ رام کلی محلہ پہلا میں حضرت باوا صاحب فرماتے ہیں۔

جو کچھ کرنا سو کر رہیا بخشن ہارے بخشن لیا

مطلب۔ جو وہ چاہتا ہے۔ کرتا ہے۔ وہ بخشش کنندہ ہے۔ اس لئے اس نے بخش لیا اب ایک تناسخ کا عقیدتمند ہرگز یہ نہیں کہہ سکیگا۔ کہ خدا جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اور وہ بخشن ہار تھا۔ اس لئے اس نے بخش لیا۔ تناسخ کے ماننے والا تو یہی کہیگا۔ کہ خدا ہمارے اعمال کے مطابق ہی سزا جزا دیگا۔ نہ اس سے ایک خشخاش کے دانہ برابر زیادہ کر سکتا ہے۔ اور نہ کم۔ مگر باوا صاحب فرماتے ہیں۔ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ وہ ہماری مرضی کا پابند نہیں ہے۔ درحقیقت وہ خدا بھی کیا۔ جو ہمارے اعمال کے مطابق ہی ہمیں جزا و سزا دے۔ اور اسکی اپنی مرضی کا کچھ دخل نہ ہو۔ کسقدر حیرت اور تعجب کی بات ہے۔ کہ ایک خدا کا بنایا ہوا انسان رحم کی التجا کرنے پر اپنے قصوروار کا قصور معاف کر سکتا ہے۔ مگر خدا جو ہمارے تناسخ کے ماننے والوں کے نزدیک دیالو اور کرپالو یعنی رحیم و کریم تو ضرور ہے۔ مگر کسی کا ایک خشخاش برابر بھی گناہ نہیں بخشتا پھر آئندہ چلکر حضرت باوا صاحب کسطرح بین طور پر تناسخ کا رد فرماتے ہیں ملاحظہ ہو صفحہ ۲۱۲

کہت نانک۔ کون بدھ کرے کیا کوئی + سوئی کمت جا کو کرپا ہوئی

باوا صاحب فرماتے ہیں۔ انسان خواہ لاکھ کوششیں کرے۔ اور ہاتھ پاؤں مارے۔ جسکو خدا چاہے اور جسپر اپنی مہربانی کرے۔ وہی نجات پا سکتا ہے۔ اب اس سے بڑھکر تناسخ کی تردید کے لئے اور کونسی دلیل ہو سکتی ہے۔ کہ حضرت باوا صاحب صاف صاف فرماتے ہیں۔ کہ جسپر اللہ تعالیٰ فضل کرے۔ وہ نجات پا سکتا ہے۔ انسانی کوششیں کسی کام نہیں آسکتیں۔ ان بین دلائل کی موجودگی میں کون کہہ سکتا ہے۔ کہ حضرت باوا صاحب تناسخ کے قائل تھے۔ اسی پر بس نہیں پھر حضرت باوا صاحب فرماتے ہیں۔ سری راگ محلہ ۱ صفحہ ۷۹

اللہ الکھ اگم قادر کرن ہار کریم

پھر فرماتے ہیں۔ گوڑی محلہ ۱ صفحہ ۳۶۱

KUTABKHANA LIBRARY

اوگن بخشن ہارا کامن کنت پیارا گھٹ گھٹ رہیا سماء

حضرت باوا صاحب فرماتے ہیں کہ وہ گناہوں کے بخشنے والا ہے وہ ہمیں بہت ہی پیارا ہے۔ وہ ہر ایک انسان کے دل کے اب ان شلوکوں کی موجودگی میں کس طرح کہا جا سکتا ہے۔ کہ حضرت باوا صاحب تناسخ کے قائل تھے۔ اس پر ہی بس نہیں ہے۔ آگے چلکر حضرت باوا صاحب گوڑی محلہ میں فرماتے ہیں۔

کرن کراون کرنے جوگ۔ جو تس بھاوے سوئی ہوگ

وہ ہر ایک چیز پر قادر ہے۔ وہ جو چاہے کر سکتا ہے۔ اور جو کچھ اسکی منشاء ہو وہی ہوتا ہے +

اب دیکھو۔ اس جگہ کسطرح صاف صاف حضرت باوا صاحب فرماتے ہیں۔ کہ وہ صاحب قدرت ہے اور جو چاہے کر سکتا ہے۔ اب ایک تناسخ کا عقیدہ تمند ایک منٹ کے لئے بھی خدا کی نسبت یہ خیال نہیں لا سکتا۔ تناسخ اور بخشش اور صاحب قدرت کو کوئی نسبت نہیں ہے۔ اسی پر ہی بس نہیں ہے۔ آگے چلکر حضرت باوا صاحب فرماتے ہیں۔ اور اس جگہ تناسخ کا قطعی فیصلہ کر دیتے ہیں۔ گرنتھ صاحب سری راگ گرا صفحہ ۳۶

لکھ چورا سی بھرمدے بھرم بھرم ہوئے خوار

حضرت باوا صاحب فرماتے ہیں۔ کہ بعض لوگوں کے دلوں میں یہ ایک زبردست وہم بیٹھا ہوا ہے۔ کہ ہم تناسخ میں ڈالے جائینگے۔ اور چوراسی لاکھ جونوں میں سے ہو کر گذریں گے۔ جو محض وہم ہی وہم ہے۔ اور اس کی کوئی اصلیت نہیں ہے۔ مگر بعض لوگ اس وہم میں ہی پڑے بھٹک رہے ہیں۔ اس سے آگے چل کر حضرت باوا صاحب فرماتے ہیں۔ رام کلی محلہ پہلا گرنتھ صاحب صفحہ ۱۵۰۴

گورکھ تارے پارا تارے نانک گورکھ سب نستارے

حضرت باوا صاحب فرماتے ہیں۔ کہ گورکھ یعنی ایشور ہی پار اتارتا ہے۔ کیا مطلب۔ خدا کی مہربانی سے ہی نجات ہوتی ہے۔ اور خدا کے فضل سے انسان قرب الٰہی اور جوار رحمت کا وارث بنتا ہے۔ اب ایک تناسخ کا عقیدہ تمند ایک آن واحد کیلئے بھی عقیدہ کو نہیں مان سکتا۔ وہ باوجود منہ سے دیالتا اور کرپالتا یعنی اسکو رحیم و کریم کہتا ہوا بھی اس کے رحم اور فضل کو جواب دیگا۔ پھر آگے چلکر حضرت باوا صاحب رحمۃ اللہ علیہ تناسخ کا قطعی ہی فیصلہ کر دیتے ہیں۔ اور ان شلوکوں کو پڑھکر انسان ایک طرفۃ العین کیلئے بھی یہ خیال نہیں کر سکتا۔ کہ حضرت باوا نانک رحمۃ اللہ علیہ تناسخ کے قائل ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ آپ رام کلی محلہ پہلا صفحہ ۹۰۱ میں فرماتے ہیں:۔

ایہو جنم نہ مریں نہ آویں جاہیں نانک گورکھ من سمجھائیں

مطلب حضرت باوا صاحب فرماتے ہیں۔ کہ یہی پیدائش ہے اس کے بعد نہ کوئی جنم لیگا۔ نہ پیدا ہوگا۔ نہ مریگا۔ مگر اس راز کو وہی سمجھ سکتے ہیں۔ جنہیں اللہ تعالےٰ خود اپنے فضل سے سمجھ دے۔ فرمایئے اس بین اقوال کے سامنے بھی کوئی یہ کہہ سکتا ہے۔ کہ حضرت باوا نانک رحمۃ اللہ علیہ تناسخ کے قائل تھے۔ ہرگز نہیں۔ پھر آگے چلکر فرماتے ہیں۔ شلوک محلہ پہلا صفحہ ۴۷۵

آپ گیا بہو بہرم گیا جنم مرن دکھ جا

حضرت باوا صاحب فرماتے ہیں۔ کہ جب انسان پر موت آئیگی۔ تو اسوقت اسکا یہ وہم دور ہو جائیگا۔ کہ میں نے پھر دوبارہ جنم لینا ہے۔ اور اسوقت اسے معلوم ہو جائیگا۔ کہ ۸۴ لاکھ جونوں کے جنم مرن کا جو عقیدہ تھا وہ درحقیقت وہم ہی وہم تھا۔ اسکی کوئی اصلیت نہ تھی۔ دعا ہے۔ کہ خدا کرے۔ ہمارے دوست گورو صاحب کے ان زرّیں اقوال پر غور کریں +

انجمن اسلامیہ گورداسپور کا جلسہ

جناب نور محمد صاحب وکیل سکرٹری انجمن اسلامیہ گورداسپور سے لکھتے ہیں:۔ "بتاریخ ۱۱۔ اگست ۱۹۱۵ء انجمن اسلامیہ کا جلسہ زیر صدارت شیخ بشیر احمد خانصاحب مسلم سکول گورداسپور میں منعقد ہوا۔ جس کا لب لباب یہ ہے۔

جلسے کی عام کارروائی کے بعد گیارہ آدمی جو ہندو مہاشہ تھے۔ جناب شیخ بشیر احمد خانصاحب پریزیڈنٹ کی ترغیب پر جناب مولانا مولوی حاجی میر محمد صاحب کے دست مبارک پر اسلام قبول کیا۔ جلسہ بڑی دھوم دھام سے کیا گیا۔ اور فصلہ ذیل نام رکھے گئے۔ (ویر بھان) ابراہیم (پاروزوجہ ویر بھان) بیگم (شنکر داس) اللہ دتا۔ (لنقو) عبداللہ (لنکا) عبدالرحمٰن (میلا) اللہ رکھا۔ (باوا) (میلی) سکینہ (پیاری زوجہ لنکا) سرداراں۔ (بیراں)، مرقومہ بالا اشخاص کے مذہب اسلام قبول کرنے کے بعد جناب شیخ بشیر احمد خانصاحب پریزیڈنٹ انجمن اسلامیہ کی طرف سے ایک عام دعوت دی گئی۔ حاضرین کی تعداد پانچ صد سے تجاوز تھی۔ انجمن اسلامیہ گورداسپور کے متعلق اس کارروائی سے صاف صاف ظاہر ہو سکتا ہے کہ انجمن مذکورہ کس سچے دل سے کام کر رہی ہے۔ علاوہ ازیں گورداسپور میں ایک مسلم سکول جسمیں دینی اور دنیاوی تعلیم دونوں ایک اعلےٰ پیمانہ پر دی جاتی ہے۔ زیر سرپرستی جناب شیخ بشیر احمد خانصاحب رئیس اعظم گورداسپور بطور خیرات کھلا ہوا ہے سکول ہذا میں تقریباً ڈیڑھ سو مسلمان بچے تعلیم حاصل کر رہے ہیں بچوں سے کسی قسم کی فیس وغیرہ نہیں لی جاتی۔ سکول سرکاری منظور شدہ ہے۔ جناب مولانا مولوی سراج الحق صاحب۔ خان فیض محمد خانصاحب *

انگریز قوم کی خوبیاں اور ایڈیٹر نور کا ذاتی مشاہدہ

آج سے تیرہ سال پہلے میں کوئٹہ میں تھا۔ گرمیوں میں تو درحقیقت کوئٹہ بہشت کا نمونہ ہوتا ہے۔ بسنت رت گلابی سردی۔ اگر آپ کہیں ۴ بجے کے قریب سبزی مارکیٹ میں چلے جائیں۔ تو یقیناً آپ وہاں عجیب سماں پائینگے سردوں کے ڈھیروں کے ڈھیر پڑے ہیں۔ تازہ بتازہ موٹے موٹے لطیف مزیدار رس سے بھرے ہوئے۔ پیازی انگوروں کے گچھے دوکانوں کی چھتوں میں لٹک رہے ہیں۔ جنکو دیکھ کر بیساختہ منہ سے پانی بھر آتا ہے۔ اور فی الفور گچھوں کی طرف ہاتھ لپکتا ہے۔ اور دل للچاتا ہے۔ کہ وہ کونسا وقت ہوگا۔ جب یہ موٹے موٹے تازہ بتازہ رس سے بھرے ہوئے انگور ہمارے منہ میں ہونگے۔ انجیر ایسے پر لطف کہ بروں دبائے رس ٹپکا پڑتا ہے۔ زرد آلو اور شفتالو اور الوچوں کے رنگ ایسے مزیدار کہ یہی دل چاہتا ہے۔ کہ انسان انہیں دیکھتا ہی رہے۔

ان دنوں میاں عبدالغفور صاحب کی بڑی بھاری سپورٹس ورکس کی فرم تھی۔ اور آجکل تو ان کا کارخانہ اور بھی وسیع ہو گیا ہے۔ بڑی بھاری دوکان کوئٹہ میں تو پہلے ہی تھی۔ اب لکھنؤ سکندر آباد سیالکوٹ وغیرہ میں بھی بڑی بھاری بھاری دوکانیں ہیں۔ پچھلے دنوں جب میں نکلا سوالہ مباحثہ کے لئے گیا۔ تو وہاں سے دوسری گاڑی کے لئے تقریباً تین گھنٹہ کا انتظار کرنا پڑتا تھا۔ میں نے اپنا اسباب تو ویٹنگ روم میں رکھدیا۔ مہاشہ شانتی سروپ بھی نئی دھوتی سنبھالتے اور ٹوپی تھامتے ہوئے۔ اسباب رکھنے کی تلاش میں تھے۔ ان کا اسباب بھی ویٹنگ روم میں رکھوا دیا گیا۔ اور وہ بھی میرے ساتھ شہر کو دیکھنے کے لئے روانہ ہوئے۔ اور سڑک پر ہمارے سامنے ایک موٹا سا بورڈ نظر پڑا جسپر جلی حروف سے یہ لکھا ہوا تھا۔ کے۔ ڈی۔ عبدالغفور اینڈ کو میرے ذہن میں فوراً یہ بات گئی۔ کہ ہو نہ ہو۔ یہ وہی عبدالغفور ہیں۔ جو کوئٹہ میں تھے۔ جب میں انکی تلاش کے لئے آگے بڑھا۔ تو ان کے کارخانہ میں دس پندرہ آدمی کام کر رہے تھے۔ دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ میاں عبدالغفور صاحب جنہیں اب سیٹھ صاحب کہنا چاہیئے۔ نزدیک ہی ایک جگہ پر مسجد اور مدرسہ بنوا رہے ہیں۔ خیر ہم ایک آدمی کی رہنمائی سے جلد ہی وہاں پہنچ گئے سیٹھ

* اور چودھری فضل شاہ صاحب رئیس اعظم سیکوڑا بھی اس مدرسہ کے ہر طرح حامی اور مددگار ہیں +

جیسا کہ اسی اخبار کے کسی دوسری جگہ درج ہے کہ

یکم اکتوبر کو

ناظرین کرام کے نام

وی۔ پی

کئے جائینگے۔

بطور احتیاط ہر ایک صاحب کو پیشتر سے مذریعہ جوابی کارڈ اطلاع دی جائیگی۔ یہ ظاہر ہے کہ اس نازک وقت میں جبکہ نور کا فنڈ رشد کمزور ہے۔ جوابی کارڈ دینا ہر ہماری معقول رقم خرچ آئیگی۔ اور یہ سب اسلئے گوارا کیا گیا ہے تاکہ دوست خواہ مخواہ وی۔ پی واپس کر کے ہماری مشکلات میں مزید اضافہ کا موجب نہ ہوں۔ باوجود جوابی کارڈ بھیجنے کے بھی ممانعت وی۔ پی کی اطلاع نہ دینا اور وی۔ پی واپس کر دینا یہ اخلاق حسنہ سے کوسوں دور ہوگا۔ جسکی مجھے آپ سے توقع نہ رکھنی چاہیئے

والسلام

صاحب مجھے دیکھ کر باغ باغ ہو گئے۔ اور میں انہیں دیکھ کر باغ باغ ہو گیا۔ انہوں نے بہت زور لگایا۔ کہ آپ آج کا دن ضرور یہاں ٹھہریں۔ مگر فرصت کسکو تھی۔ آخر وہ سٹیشن تک میرے ساتھ آئے۔ اور گاڑی پر سوار کرا کر پھر واپس گئے اور جاتی دفعہ کہتے گئے۔ کہ جلد جلد خط لکھتے رہا کریں۔ مگر میں ایسا ہمت ہوں۔ کہ آجتک ایک کارڈ بھی نہیں لکھا سیٹھ صاحب خدا خوف اور نماز اور روزہ کے بہت پابند ہیں میری دل وجان سے دعا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ انہیں زیادہ سے زیادہ دین میں ترقی کرنیکا موقع دے۔ حتیٰ کہ وہ ہمارے گلے آملیں +

خیر یہ تو ایک جملہ معترضہ تھا۔

کوئٹہ میں سیٹھ صاحب مجھے بہت محبت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ ایک دفعہ آپ وطن کو تشریف لائے اور مجھے اپنے فرم کا منیجر مقرر کیا۔ میں تھا اور میرے نیچے چند آدمی اور کام کرنے والے تھے۔

ایکدفعہ میں شام کے چار بجے بروس روڈ پر سبزہ مارکیٹ کی سیر کو نکلا۔ مارکیٹ کی سیر کے بعد میں اپنے دوست N. D. Batra & Co کی دوکان کے آگے ٹھہر گیا۔ مسٹر Batra تو وہاں موجود نہ تھے۔ میں ان کے ملازم سے گفتگو کر رہا تھا۔ کہ ایک فوجی شراب پیئے ہوئے سائیکل سرپٹ دوڑائے آرہا تھا۔ اس نے کوئی الارم نہ دیا۔ اور سائیکل مجھ سے ٹکرا گیا۔ اور سائیکل سوار سائیکل سے پھدک کر چار قدم کے فاصلے پر جا رہا۔ جب سائیکل سوار کو ہوش آیا۔ تو وہ میرے گرد ہوا۔ کہ میں تمہیں کوتوالی لے چلونگا یہ کہکر اس نے میرا بازو پکڑ لیا۔ کہ میرے ساتھ ابھی پولیس سٹیشن پر چلو۔ قریب ہی ایک شریف انگریز یہ دیکھ رہا تھا۔ میں نے اسکو مخاطب کر کے کہا کہ آپ ہی انصاف فرماویں۔ کہ قصور کس کا ہے۔ اس کا جس نے الارم نہیں دیا یا میرا۔ شریف انگریز نے اس سائیکل سوار کو کہا۔ کہ سراسر قصور تمہارا ہے تمہیں چاہیئے تھا۔ کہ گھنٹی دیتے۔ اس لئے تمہیں کوئی حق نہیں کہ انہیں تھانہ کی طرف کھینچو۔ سائیکل سوار جو شراب میں بدمست ہوا ہوا تھا۔ اس کی سمجھ میں بھلا یہ بات کب آسکتی تھی۔ وہ یہ سنکر اور بھی چڑ گیا۔ اور اس نے زور سے میرا بازو پکڑ لیا۔ اور کہا۔ کہ ابھی تھانہ چلو۔ اس کے بازو پکڑنے کا تو مجھے ڈر نہیں تھا۔ البتہ جو شراب کی بدبو۔ اس سے آرہی تھی۔ اس نے میرے دماغ کو سخت پریشان کر دیا تھا۔ یہ دیکھ کر شریف انگریز نے سائیکل سوار کو للکارا کہ تم اسے چھوڑ دو اسکا للکارنا تھا۔ کہ وہ شراب کے نشہ میں شریف انگریز کی طرف لپکا۔ اور اسے ایک گھونسا رسید کیا یہ دیکھ اس شریف انگریز نے بھی ایک کی بجائے چار گھونسوں سے جواب دیا۔ بس پھر کیا تھا۔ لڑائی بڑے زور سے شروع ہو گئی۔ آخر اس شریف انگریز نے اپنے مدمقابل کو ایسی بری طرح پچھاڑا۔ کہ وہ اپنا سائیکل چھوڑ کر ایسے زور سے بھاگا۔ کہ دیکھتے دیکھتے نظر سے غائب ہو گیا۔ اس کار خیر کیلئے اس شریف انگریز کی جسقدر بھی تعریف کیجائے کم ہے۔ جب سائیکل سوار نے مجھے پکڑا ہوا تھا۔ اسوقت میرے اردگرد بہت سے ایسے جنٹلمین بھی موجود تھے۔ اور ان میں بعض میرے ساتھ دوستی کا دم بھی بھرتے تھے۔ مگر کسی کو یہ جرأت نہ تھی۔ کہ وہ انصاف کی خاطر سائیکل سوار سے یہ کہتا۔ کہ صاحب قصور تو آپ کا ہے۔ ہاں ایک شریف انگریز نے اصلح انصاف کا خون ہوتے دیکھ کر اپنے آپ کو خطرہ میں ڈالا اور مجھے تکلیف سے رہائی دلانے کے لئے اپنے آپ پر دکھ لیا۔ مگر انصاف کا خون کرنا ایک طرفۃ العین کے لئے بھی پسند نہ کیا۔ ہماری دعا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ ایسی خوبیوں والی قوم کا سایہ بہت دیر تک ہندوستان پر رکھے تاکہ ہندوستانی ان کے زیر سایہ اپنی زندگی کو امن وچین سے گذارتے رہیں۔ آمین +

سوئی ہوئی قسمت میں حرکت

ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب پٹیالہ سے

دو روپیہ نور کا بقایا بھیجتے ہیں اور بقیہ دو روپیہ بعد میں بھیجنے کا وعدہ کرتے ہیں۔ نور کا بقایا بہت سے لوگوں کی طرف ہے۔ جسے وہ دبا کر بیٹھے ہوئے ہیں جن میں سے چند موٹی موٹی آسامیوں کے اسماء حسب ذیل ہیں۔ منشی قطب الدین صاحب انسپکٹر برنالہ ہے۔ چوہدری غلام حسین سپرنٹنڈنٹ پولیس ہے۔ جام اللہ دتا ڈاہہ ہشیارپور ہے۔ سید اختر علی صاحب انسپکٹر پولیس ہے۔ مستری فقیر محمد صاحب فرید کوٹ ہے چوہدری عبداللہ خاں صاحب ستراہ للہ منشی نظام الدین لوریوالہ ہے جنرل اوصاف علی خانصاحب للہ قاضی فضل الٰہی صاحب ویکسی نیٹر ہے شیخ محمد رمضان صاحب ہیڈ ماسٹر ہری پور للہ چوہدری شیر محمد عرائض نویس گجرات للہ شریف احمد صاحب سٹیشن ماسٹر کوٹ کپورہ ہے۔ عبدالواحد صاحب جمعدار تھانہ خیرپور ہے۔ سکرٹری مسلم لائبریری کپورتھلہ للہ منشی واجد علی خانصاحب پٹواری ہے۔ چوہدری حاکم علی صاحب پیمار اور بعض ایسے نام جنکا ذکر کرتے ہوئے قلم بھی شرماتا ہے ف اگر یہ دوست اس دنیا میں دیدیں تو مہربانی۔ ورنہ اگلی دنیا میں جاکر لے لینگے۔ انشاء اللہ چھوڑیں گے تو نہیں +

شذرات

KHILAFAT LIBRARY

ضروری عرض

شروع اکتوبر ۱۹۱۸ء سے نور کے جن معاونین کرام کا چندہ اخبار ختم ہوگا۔ ان کی خدمت میں سال آئندہ کا چندہ وصول کرنے کے لئے یکم اکتوبر کا پرچہ بذریعہ وی۔ پی ارسال خدمت ہوگا۔ اور جس صاحب کی طرف سے ممانعت کی تحریر نہ آئے سمجھ لیا جائیگا۔ کہ وہ وی۔ پی روانہ کرنیکی اجازت مرحمت فرماتے ہیں۔

یقین ہے کہ تمام مخلص معاونین نور کا وی پی وصول فرما کر خاکسار ایڈیٹر نور کو دعا اور شکریہ کا موقعہ دینگے۔ اور اسی پر اکتفا نہ کرکے نور کی توسیع اشاعت میں پہلے سے زیادہ مروجہ سعی فرمائیں ہوئے۔ اسکی کرنوں کو دور دور تک پھیلا کر عنداللہ ماجور ہونگے۔ اس لئے کہ شروع سال کے موقعہ پر احباب کرام کو خریداری کی تحریک کرنا زیادہ موثر ہوا کرتی ہے اخبار نور جس خلوص قلب اور صدق نیت سے ہمارے اسلام کی بجالاوری خدمت میں مصروف ہے۔ وہ ناظرین سے مخفی نہیں بلاشبہ نور جیسے مجاہد پرچہ کی معاونت اور اسکی ترقی میں سعی کرنا گویا ایک قومی فرض سے سبکدوش ہونا اور اپنی مدد آپ کرنے کے مصداق ہے +

نور کی قیمت میں اضافہ

آجکل کاغذ شدید گراں ہے جو اخباری کاغذ کا رم پہلے ۳ روپیہ میں آیا کرتا تھا۔ وہ آجکل چھ روپیہ تک پہنچا ہوا ہے اور آئندہ کے لئے صرف یہی نہیں کہ کاغذ گراں بلکہ نایاب ہو رہا ہے۔ بڑے بڑے لاکھوں کی اشاعت رکھنے والے اخبارات نے بھی نہ صرف اپنے حجم ہی کم کر دیئے۔ بلکہ اپنی قیمتوں میں ڈیوڑھا اور دگنا اضافہ کرنیکی ضرورت محسوس کی۔ ان شدید مشکلات میں بدوں اضافہ قیمت کے نور کا زندہ رہنا مشکل ہے۔ اس لئے نور کو زندہ رکھنے کیواسطے آئندہ کیلئے قیمت مقرر کیجاتی ہے۔ جن دوستوں کا چندہ یکم اکتوبر سے ختم ہے ان کے نام ۲ روپیہ کا اور دیگر دوستوں کے نام ۱ر کے یکم اکتوبر کو وی پی کئے جائینگے۔ یہ کوئی ڈنڈا اور جرمانہ نہیں۔ جو دوست نور جیسے مجاہد پرچہ کو جو تمام ہندوستان میں سکھوں اور آریوں میں اشاعت اسلام کا اکیلا ہی ذریعہ ہے۔ زندہ دیکھنا چاہتے ہیں۔ وہ وی۔ پی وصول کرلیں اور دوسرے ممانعت وی۔ پی کے لئے لکھ سکتے ہیں۔ تاکہ اگر وہ اس آڑے وقت میں نور کی کوئی اعانت نہیں کر سکتے۔ تو وی۔ پی خرچ کا نقصان پہنچا کر نور کو مارے شاہ مدار بھی تو نہ بنیں +

سالانہ تعطیل کی اطلاع

محترم ناظرین ومعاونین آپ کا خادم سال بھر کی خدمت کے بعد ایک پرچہ کی رخصت لیتا ہے۔ اس ۳- ستمبر کے پرچہ کے بعد ۷ ستمبر کا پرچہ شائع نہیں ہوگا۔ آئندہ ۳- اکتوبر ۱۹۱۸ء کا پرچہ شائع ہوگا۔ سالانہ رخصت اخبار کے شروع سال میں لینے سے یہ فائدہ رہتا ہے۔ کہ ارسال شدہ وی پی پیکٹوں کی حساب وکتاب کے اندراج اور جدید سال کے رجسٹروں کی تیاری وترتیب کیلئے عملہ کو مناسب موقع ملجاتا ہے +

پرکاش کا قرضہ پرکاش کے ہی ترازو سے واپس

ہمارا لائق ہمعصر پرکاش اپنے ۲۷- ساون کے اشو میں اپنے زبردست کالمز کے لیڈنگ آرٹیکل میں فرماتا ہے:۔

"آخر یہ ستیارتھ پرکاش کی ضبطی کیوں۔ کیا اس لئے کہ سوامی دیانند نے قرآن کی کڑی سمالوچنا کی ہے۔ کیا اس لئے کہ دیانند کے دماغ نے حضرت محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کو پیغمبر خدا تسلیم نہیں کیا۔ کیا اس لئے کہ سوامی دیانند کی آتما نے قبول نہیں کیا کہ حضرت محمد انہیں معنوں میں مہاپرش تھے جیسا انکے غلامان غلام سمجھتے ہیں۔ کیا اس لئے کہ سوامی دیانند کو حضرت محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کی زندگی کے واقعات شان پیغمبری تو ایک طرف رہی شان انسانیت سے بھی گرے ہوئے نظر آئے کیا اسی قصور کے لئے ستیارتھ پرکاش کی ضبطی۔ یہ کیا مردانگی ہے۔ کہ ستیارتھ پرکاش کو ضبط کراؤ۔ اگر مرد ہو تو میدان میں آؤ۔ عقلی اور نقلی دلائل دیکر مخالفین اسلام کا منہ بند کردو"

بہت خوب ستیے۔ مہاشہ جی۔ آخر یہ ورتمین کی ضبطی اگر آپ ضبطی کے قائل نہیں تو اس کے لئے یہ طوفان بے تمیزی کیوں۔ کیا اس لئے کہ حضرت مسیح موعود نے ویدوں پر سخت ریویو کیا ہے۔ کیا اس لئے کہ حضرت مسیح موعود کے دماغ نے موجودہ ویدوں کو الہامی نہیں مانا۔ کیا اسلئے کہ حضرت مسیح موعود کی روح نے تسلیم نہیں کیا۔ کہ حالاں وید انہیں معنوں میں رشی تھے جسطرح ان کے عقیدتمند سمجھتے ہیں۔ کیا اس لئے کہ حضرت مسیح موعود کو ویدوں کے رشیوں کے زندگی کے واقعات شان مہارشی تو الگ رہی شان انسانیت سے بھی گرے ہوئے نظر آئے۔ کیا اسی قصور کیلئے ورتمین کی ضبطی۔ یہ کیا مردانگی ہے۔ کہ ورتمین کی ضبطی کراؤ۔ یہ کردو کہ اگر مرد ہو تو میدان میں آؤ۔ عقلی اور نقلی دلائل دیکر مخالفین ویدوں کا منہ بند کرو۔

فرمائیے مہاشہ جی اب تو گہرا پانی ہوگیا۔ آپکا منہ اور.....

پرکاش کا استغاثہ پرکاش کی زبانی ہی خارج

پرکاش لکھتا ہے۔ کہ احمدی اخبارات نے آریہ سماج کے خلاف استغاثہ دائر کردیا۔ کہ ستیارتھ پرکاش نے ہمارے دلوں کو سخت زخمی کیا ہے۔ کیا احمدی اخبارات کا یہ استغاثہ کسی عدالت میں ایک منٹ کیلئے بھی قائم رہ سکتا ہے۔ اگر عدالت نزدیکش ہے تو ضرور اس استغاثہ کو خارج کردیگی۔ (ہاں پرکاش کی عدالت) پس ہم بھی احمدی اخبارات کے استغاثہ کو جو انہوں نے ستیارتھ پرکاش کے خلاف دائر کیا ہے۔ خارج کرتے ہیں (خوب! آپ ہیں رہی بچی آپ نے میرے بچے جیون۔ صاحب آپ کو جج ہی کس نے بنایا۔ حلوہ خوردن را روئے باید) اس لئے انہیں کہتے ہیں۔ کہ ورتمین کا ڈیفنس پیش کرو۔ اسوقت ورتمین کا مقدمہ پیش ہے۔ ستیارتھ پرکاش کا نہیں۔

مگر پیارے دوست آپ یہ کہکر کہ (ستیارتھ کی جگہ ورتمین سمجھ لیں) کہ ورتمین کی ضبطی کیوں۔ کیا اس لئے کہ حضرت مسیح موعود نے ویدوں پر کڑا ریویو کیا ہے۔ یہ کیا مردانگی ہے۔ کہ ورتمین کی ضبطی کراؤ۔ اگر مرد ہو۔ تو میدان میں آؤ عقلی ونقلی دلائل دیگر مخالفین ویدوں کا منہ بند کرو۔

لہذا آپ کا مقدمہ خارج۔ اگر آپ مرد ہیں۔ تو کسی عدالت کا سہارا چھوڑ کر خواہ وہ آپ کی لوکل سٹ عدالت ہی کیوں نہ ہو میدان میں آؤ۔ عقلی نقلی دلائل دیگر مخالفین کا منہ بند کرو +

KHILAFAT LIBRARY

ورتمین کے متعلق ہمارا ڈیفنس

ہم نے جو معقول ڈیفنس ورتمین کے متعلق پیش کیا ہے۔ اسکا لطف آپ ذرا اپنے عزیز بھائی آریہ گزٹ اور آریہ پتر کا سے دریافت کریں۔ اگر اس پر بھی تسلی نہ ہو تو اپنے ہمسایہ لائل گزٹ اور اپنے پرانے دوست سناتن دھرم پرچارک سے دریافت کرلیں۔ اگر ان سے دریافت کرنے میں آپ کو کوئی عار ہو۔ تو لو ہم ہی سمجھائے دیتے ہیں۔

ایک شخص نے محض دینگا مشتی سے اپنے ہمسایہ کی بہت سی زمین دبالی۔ اب کرنے کو تو وہ یہ فعل کر گذرا۔ مگر اس کے پاپ کاٹنے لگے کہ میں نے برا کیا۔ اگر آج یا کل کو حقیقت ظاہر ہوگئی۔ تو میں آڑے ہاتھوں لیا جاؤں گا اس لئے اس نے سچے ہونے کے واسطے اور اپنے ایسے کاموں پر پردہ ڈالنے کے لئے عدالت کی راہ لی اور الٹا اس مظلوم ہمسایہ پر یہ بناوٹی دعوی کردیا کہ اس نے میری اسقدر زمین دبالی ہے۔ عدالت نے مدعا علیہ کو جواب دہی کیلئے طلب کیا۔ مدعا علیہ نے اپنی جوابدہی میں پیش کیا۔ کہ یہ مقدمہ بناوٹی ہے۔ دراصل مدعی نے میری اسقدر زمین زبردستی دبالی ہے۔ اور اب اس نے اپنے کئے پر پردہ ڈالنے کے لئے عدالت کو مغالطہ میں ڈالنا چاہا ہے۔ چنانچہ میرے پاس یہ یہ ثبوت ہیں وغیرہ وغیرہ۔ سو لعینہ یہی پوزیشن ورتمین کے متعلق آریہ صاحبان کی ہے۔ کہ ایک دو اشعار لیکر انہوں نے شور محشر بپا کردیا۔ کہ یہ ہوا وہ ہوا۔ اسکی جوابدہی کیلئے صفائی میں ہم نے بتلایا کہ ہم کو تو اول ہیں اور الٹا ہمیں ہی ڈانٹ بتلائی جاتی ہے۔ ہم پر یہ زیادتیاں کرچکا ہے۔ مگر اب اپنا شہتیر چھپانے کے لئے دوسرے کے تنکے پر اسقدر دیدہ دلیری سے کام لے رہا ہے۔ امید کہ اب ہمیشہ پرکاش کی سمجھ مبارک میں ہمارا ڈیفنس آگیا ہوگا +

ایڈیٹر نور کو ڈیڑھ سو روپیہ ماہوار کی آفر

میرے ایک معزز دوست جو ایک معزز عہدہ پر سرفراز ہیں۔ اور جنہیں ایڈیٹر نور سے بہت محبت ہے۔ وہ نور کے مالی مشکلات سے آگاہ ہوکر لکھتے ہیں۔ کہ اگر آپ ملازمت کرنا پسند کریں۔ تو میں ڈیڑھ سو روپیہ ماہوار کی ملازمت کا انتظام کرا سکتا ہوں ہم اپنے معزز دوست کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں اللہ تعالےٰ انہیں جزا دے۔ مگر اس کے جواب میں ہماری یہی عرض ہے۔ کہ ڈیڑھ سو کیا۔ اگر ڈیڑھ ہزار ماہوار بھی ہو۔ تو بھی میں قادیان کی زندگی کو ترجیح دیتا ہوں باہر کے قحط مالیڈے سے قادیان کی خشک روٹی زیادہ عزیز ہے۔ بعض لوگ اپنے حال پر دوسرے کا قیاس کرنیکے عادی ہوتے ہیں۔ اگر کسی کو شبہ ہو۔ تو وہ خط مجھ سے دیکھ سکتا ہے +

بدلتا ہے رنگ آسماں کیسے کیسے

آج سے کچھ دن پہلے قادیان کی آریہ سماج نے روپ میں گورو کل پارٹی کے رنگ میں رنگین تھی۔ مگر پچھلے دنوں لالہ ہنسراج صاحب یہاں تشریف لائے۔ انکا قدم مبارک پڑتا تھا۔ کہ قادیان کی آریہ سماج نے گرو کل کا کمبل اتار کر کالج پارٹی کا کمبل اوڑھ لیا ہے۔

آج سے چند سال پہلے قادیان کی آریہ سماج سے گوشت خوری کے مسئلہ پر خاکسار ایڈیٹر نور کا ایک معرکۃ الآراء مباحثہ ہوا تھا۔ ہمیں خوشی ہے۔ کہ اب ہمیں آئندہ قادیان کی آریہ سماج سے کم از کم گوشت خوری کے مضمون پر تو بحث کرنیکی ضرورت نہیں رہی۔ شکر ہے۔ ہماری بحث کا کچھ تو پھل حاصل ہوا۔ آج اگر ایک قدم قادیان کی آریہ سماج نے ہماری طرف اٹھایا ہے۔ تو کل دوسرے قدم کی بھی ہمیں امید رکھنی چاہیئے۔ سچائی میں ایک طاقت ہے جو اپنا اثر دکھلائے بغیر نہیں رہتی۔ یہ ایک الگ امر ہے۔ کہ

اسکا اثر آج نہ ہو کل ہو۔ ہوگا ضرور +

علاقہ گڑھوال میں کوئی قحط نہیں

پرکاش میں اس کے ایک نامہ نگار کا مضمون شائع ہوا ہے۔ جسمیں وہ لکھتے ہیں۔ کہ گڑھوال میں کوئی قحط نہیں ہے۔ اس پر پرکاش اپنا نوٹ دیتے ہیں کہ ہمیں بھی افسوس کے ساتھ یہی کہنا پڑتا ہے۔ کہ گڑھوال میں اکال نہیں تھا۔ لیکن لوگوں کے سامنے بغیر تصدیق کے اکال کے دردناک منظر رکھے گئے۔ اس کے لئے کون ذمہ وار ہے۔ اس بحث میں پڑنے سے اب کوئی لابھ نہیں +"

کیا سوامی شردھانند صاحب کا اخبار ستیہ دہرم پرچارک اس لفظ "لابھ" کی تشریح کریگا۔ دیدہ باید +

مہاراجہ پٹیالہ کے خلاف سکھوں کا پروٹسٹ

شری گرنتھ صاحب کے اخیر پر راگ مالا ایک بانی ہے۔ جسمیں سکھوں کے اصولوں پر کوئی خیال نہیں۔ صرف راگوں کی تقسیم کا ذکر ہے۔ سکھوں کے ایک فریق نے راگ مالا کے بغیر گرنتھ چھپوایا۔ سکھوں کے دوسرے گروہ نے اسکی سخت مخالفت کی۔ راگ مالا کے بغیر گرنتھ کے چھپوانے کا بانی بھائی تیجا سنگھ ریاست پٹیالہ کا رہنے والا ہے۔ اس کو مہاراجہ صاحب پٹیالہ کی طرف سے حکم پہنچا کہ تم اپنے چھپوائے ہوئے شری گرنتھ کے ساتھ راگ مالا لگاؤ۔ اس کے متعلق بھائی تیجا سنگھ صاحب کے فریق نے مہاراجہ صاحب بہادر کے خلاف سخت پروٹسٹ کیا۔ چنانچہ خالصہ اخبار یہ چار سر خیاں دیتا ہے "(۱) ریاست پٹیالہ کا غیر مناسب حکم۔ (۲) خالص مذہبی معاملات میں سرکاری مداخلت۔ (۳) مذہبی غیرت اور تہذیب سے دردناک اپیل (۴) کیا ناجائز سختی فتح حاصل کریگی؟"

ایک ٹریکٹ مقتول دل کے نام سے شائع کیا گیا ہے۔ جسکی چند سطور یہ ہیں +

"آپ کا حکم قطعی خلاف قانون اور خلاف شرع ہے ہندوستان میں حکومت اس گورنمنٹ کی ہے۔ جسکا اعلان ہے۔ کہ مذہبی معاملات میں قطعی طور پر دست اندازی نہ کیجائے۔ بیشک آپ زیادہ سے زیادہ یہ کر سکتے ہیں۔ کہ چند ایسے قوم پرستوں کی جو آپ کی ریاست کے اندر مقیم ہیں ہجرت کا حکم دیدیں۔ ایسی حالت میں افسوس ہے کہ آپ سکھوں کی غیرت سے قطعی ناواقف ہونگے۔ کہ ہجرت اختیار کر لیں گے۔ اپنے جسموں کے پرزے پرزے کروالیں گے۔ اپنی آنکھوں کو تلوار کی نوک سے نکلوا دینا ممکن۔ خون کی ندیوں کا بہہ جانا ایک معمولی بات۔ مگر خلاف شرع حکم کے تعمیل میں اصول سکھی کا مرتکب ہونا قطعی غیر ممکن"

آریہ سماجی شدھی پر ایک معزز لالہ دیوی چند صاحب ایم اے کی رائے ہندھی اخبار

شدھی کے متعلق ایک کتاب لکھنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے چند سوال مختلف اخبارات کے سامنے رکھے تھے۔ اس پر بمبئی کا مشہور ہندی اخبار وینکٹیشور لکھتا ہے۔

"ہاں رشتہ داری ارشیہ (ضروری) کیجائے۔ چمار کی بیٹی بیاہنے سے سسر جی کے سر پر سجے ہوئے بڑھیا چوتے پہننے کا سوبھیتا ہو جائیگا۔ اور بھنگی کی بیٹی بیاہنے سے گاؤں بھر کے سنڈاس اور پاخانہ سدا صاف ہوتے رہینگے بدی بھنگی یا چمار کے لڑکے سے بیٹی بیاہی جائے تو اُسے چرمکاری اور جلالخوری تو بہو ہوگا۔ جس سے بھارت کے شلپ کی انتی (ترقی) ارشیہ (ضروری) ہوگی"

ہمیں دکھ ہے کہ ایک ہندی اخبار نے چماروں وغیرہ کو اس حقارت کی نظر سے دیکھا۔ مگر یہ قصور آریہ سماج کا ہے اگر آریہ سماج چماروں کو اپنے ساتھ شامل کر کے مساوات دیتی تو کسی ہندی اخبار کو چماروں کے لئے یہ حقارت ظاہر کرنے کی ضرورت نہ محسوس ہوتی۔ مسلمانوں میں اگر کوئی چمار ملجائے۔ تو وہ چمار نہیں۔ بلکہ ہمارا بھائی بن جائے گا۔ ہم اس کے ساتھ مل کر بخوشی کھائینگے۔ اور رشتہ ناطہ کر لینگے۔ مگر ہندوستان کے دیگر مذاہب میں یہ بات نہیں۔ کیونکہ اس کے لئے بزرگان اسلاف کے نمونوں کی ضرورت ہے۔ جو سوائے اسلام کے دیگر مذاہب میں نہیں ملتے +

KHILAFAT LIBRARY

ست دھرم پرچارک پھر بولا اور دل کھول کر بولا

ست دھرم پرچارک کے مدیر نے ہمیں اپنے ۱۰۔ اگست کے اشو میں دل کھولکر کوسا ہے۔ ہم ذاتی حملوں کا تو قطعی کوئی جواب نہیں دینگے۔ ذاتی حملوں پر اتر آنا کم ظرفوں کا کام ہے۔ میں ذاتی حملوں کو نہایت خوشی سے نظر انداز کر سکتا ہوں۔ اس کے لئے اپنے مخالف کو معاف کر سکتا ہوں۔ مگر جو مخالف ہمارے پیارے اللہ اور رسول پر حملہ کرے۔ افسوس کہ اس کے لئے ہمارے دلوں میں معافی کی کوئی جگہ نہیں ہے۔ پرواہ نہیں۔ خواہ اس کے لئے کوئی تنگ دل کہہ لے۔ اس کے لئے ہم بے غیرت کی نسبت تنگ دل بننا زیادہ پسند کرتے ہیں +

ایڈیٹر ستیہ دھرم پرچارک کا مسلمانوں پر جھوٹا الزام

ست دھرم پرچارک بالاصول ایڈیٹر لکھتا ہے کہ نور نے یہ دکھانے کا پین (کوشش) کیا ہے۔ کہ آریہ سماج راج نیتک سنستھا ہے۔ کیونکہ ہم نے پرنس بسمارک لکھا ہے۔ پہلے تو یہانتک ہی نہیں کہ اک سبھاسد (ممبر) سے ساری سبھا ہی کی پریکشا (امتحان) کی جائے۔ یدی (اگر) مان بھی لیا جائے۔ تو ہمیں بھئے (ڈر) ہے کہ کوئی دل چلا ایسا نہ لکھ بیٹھے۔ کہ پنڈت لیکھرام کا ہتیارا (قاتل) مسلمان تھا۔ اسلئے سبھی مسلمان ہتیارے (ظالم) ہوتے ہیں۔ اس لئے سرکار کو انکا علاج کرنا چاہیئے"

یہ تو ایڈیٹر ستیہ دھرم پرچارک نے تسلیم کر لیا۔ کہ ایسے نازک وقت میں پرنس بسمارک کی سوانح لکھنا ٹھیک نہیں تھا۔ مگر اس کے لئے تمام آریہ سماج جوابدہ نہیں ہو سکتی۔ اس کا بوجھ صرف مصنف کی گردن تک محدود رہنا چاہیئے جیسا کہ پنڈت لیکھرام کے قتل کے تمام مسلمان جوابدہ نہیں ہو سکتے۔ مگر ہم ستیہ دھرم پرچارک کے ایڈیٹر صاحب سے دریافت کرتے ہیں کہ باوجود ایڑی چوٹی تک کا زور لگانے کے بھی آج تک یہ معلوم نہیں ہو سکا۔ کہ پنڈت لیکھرام کا قاتل کون تھا آیا ہندو یا مسلمان تو دریں حال مدیر ستیہ دھرم پرچارک کا پنڈت لیکھرام کے قاتل کو مسلمانوں میں تلاش کرنا۔ عذر گناہ بدتر از گناہ نہیں تو اور کیا ہے۔ ہاں اسمیں تو کوئی کلام نہیں کہ پرنس بسمارک کی سوانح عمری کا مصنف مہاتما منشی رام حال سوامی شردھانند کا فرزند اکبر اور گورو کل کانگڑی کا وائس چانسلر اور ستیہ دھرم پرچارک کا چیف ایڈیٹر ہے۔ ہاں یہ ایک الگ بحث ہے۔ کہ پنڈت لیکھرام کا قاتل کون تھا۔ اگر ضرورت پڑی تو ہم آریہ اخبارات کے حوالوں سے ہی آپ کو مجبور کریں گے۔ کہ پنڈت لیکھرام کے قاتل کو بجائے مسلمانوں کے ہندوؤں میں تلاش کرنا چاہیئے خیر یہ تو ایک جملہ معترضہ تھا۔

ناجائز طریق سے آزادی کو حاصل کرنا

اس کے آگے چلکر آپ لکھتے ہیں کہ نور کا سارا زور یہ دکھلانے پر ہے۔ کہ ہم نے پرنس بسمارک کے جیون چرت (سوانح عمری) میں سو تنتر تا (آزادی) کی پرتنسا کی ہے۔ نور اسے جرم سمجھتا ہے جو سو تنتر تا (آزادی) کی بجائے پا تنتر تا (قید) کو اچھا سمجھتا ہے" میں جائز آزادی کا آپ کی نسبت زیادہ قدردان ہوں۔ مگر آزادی کے حاصل کرنے کے لئے ایسے ذرائع کو ہم سخت خطرناک سمجھتے ہیں۔ جو آپنے پرنس بسمارک کی سوانح صفحہ ۱۵۱ پر لکھا ہے۔ کہ آزادی ان لوگوں کو ملتی ہے جو خون کی ندیاں بہا کر آزادی حاصل کرتے ہیں چنانچہ

KHILAFAT LIBRARY

اپکی اصل عبارت درج ذیل ہے:-

"پر تم (اول) ولیم سمرات پد (رتبہ) کو پاکر بسمارک کاریو (کام) کو پورا کرکے اور جرمن پرجا (رعایا) کو سوادھینتا (آزادی) اور ایکتا کے ان مول (جسکی قیمت مقرر نہ ہوسکے) رتنوں (انجیات) کو پی کر جو انہیں لوگوں کو پراپت (حاصل) ہوتا ہے۔ جن کے اندر پران (جان) ہے۔ جن میں سورتھ تیاگ (ایثار) ہے۔ اور جو ماتر بھومی (اپنے ملک) کی دیدی (مذبحہ) پر اپنے مانس (گوشت) اور لہو (خون) کو بلدان (قربان) کرنیکے لئے تیار ہوتے ہیں۔"

ہم اسپر کوئی حاشیہ نہیں چڑھاتے۔ مگر غور کرو۔ کہ پڑھنے والوں کو کن زہریلے اثرات سے یہ کتاب موثر کرتی ہوگی۔ اور ان اثرات کو قبول کرکے نوجوان کس روپ میں ظاہر ہو سکتے ہیں۔ اسکے لئے ہماری کسی تشریح کی ضرورت نہیں۔ کیا ایسی سخت قابل اعتراض کتاب اس نازک وقت میں شائع ہونے کے قابل تھی؟ +

چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

ستیہ دہرم پرچارک نے ہوم رولروں کی بیجا حمائت کی اور ہم نے ازراہ خیر خواہی اسے یہ مشورہ دیا۔ کہ ایسے نازک موقع پر حتے الوسع ان امور سے اجتناب اختیار کرنا چاہیئے۔ اس پر ست دہرم پرچارک کا ایڈیٹر ہمیں کوستا ہے۔ کہ تم نے کیوں ایسا لکھا۔ کسی ہندی دان نے کیا خوب کہا ہے ؎

"سیکھ وا کو دیجئے جا کو سیکھ سہائے"

خواہ آپ کو ہماری نصیحت بری ہی لگے۔ اور حق ہمیشہ کڑوا لگتا ہے۔ عربی میں ضرب المثل ہے۔ "الحق مر" پنجابی میں بھی اسی سے ملتی جلتی کہاوت ہے "سچ مرچاں" اس لئے ہم اپنا فرض سمجھ کر ازراہ ہمدردی آپ کو نصیحت کئے جائینگے۔ ان دنوں ہمیں ان اصولوں پر کاربند ہونا چاہیئے۔ جو ایسے نازک وقت میں برٹش گورنمنٹ کیلئے فائدہ رساں ہوں۔ بات کی ہوئی بہت دور چلی جاتی ہے۔ گورنمنٹ اپنے خیر خواہوں اور اپنے وفاداروں منصبی کو اچھی طرح بجا لانیوالوں کو خطابات سے مستفیض فرمایا کرتی ہے۔ خدارا اب غور کیجئے کہ آپ نے خطابات پانے والوں کو کن خطابات سے مخاطب کیا ہے۔ ذرا آپ ست دہرم پرچارک ۲۲- جون کے صفحہ ۶ کو ملاحظہ فرمادیں۔ جس میں آپ یہ درافشانی فرماتے ہیں:-

سرکاری خطابات حاصل کرنیوالے پنجاب سمرات کا جنم دن آیا۔ اور ست دہرم پرچارک کا غصہ چلا گیا۔

جاتا وہ کہیں بھارت واسیوں (ساکنان ہند) کے گلے میں اوپادہی (خطاب) کی مالا پہنائیگا۔ یہ مالا دیکھتا سرکاری نوکروں کے گلے میں ہی پہرائی جاتی ہے۔ اوپادہی وا کھ ہوتے دیکھ دل میں پرشن (سوال) اٹھتا ہے۔ کہ ان اوپادھیوں (خطابات) کا مول (قیمت) کیا ہے۔ اوپادھیوں کا مول بھن بھن (مختلف) دیکھتیوں کیلئے بھن بھن (مختلف) ہے۔ جو لوگ سنسار (دنیا) کی گت (حقیقت) کو نہیں جانتے۔ دیس یا دھرم (ملک یا مذہب) کے پرت (لئے) اپنے کرتویہ (فرض) کو نہیں پہچانتے۔ کہنا مان پینا ہی جن کا جیون ہے۔ اور مالک کے جوتے کے تسمے باندھنا جنکے لئے سورگ (بہشت) سامان (انند) سکھ پرد (آرام دہ) ہے۔ ان کے لئے اوپادہی (خطاب) چاہے وہ رائے صاحبی ہی ہو۔ سمیر پروت (ایک متبرک پہاڑ کا نام مگر یہاں نعمت غیر مترقبہ سے مراد ہے) کے برابر مول (قیمت) رکھتی ہے۔

دوسرے وہ لوگ ہیں جو جانتے ہیں۔ کہ آجکل کی سرکاری اوپادھیاں (خطابات) دوستاوک سیوا (خدمت) سوگندھ (خوشبو) سے سوگندھت نہیں (خوشبودار نہیں) بلکہ خوشامد دیش دروہی (ملک کی دشمنی) کی بدبو سے سوگندت ہیں۔ ان کے ساتھ بہت سے خوشامدی ٹٹوؤں تتھا (یعنی) جی حضوروں کا سمبندھ (تعلق) لگا ہوا ہے۔ ایسے لوگ اوپادھیوں (خطابات) کو اعزاز سمجھتے اور راستا کا پیڑھ (طوق غلامی) سمجھتے ہیں۔ وہ آتی ہوئی اوپادہی (خطاب) کو دیکھ کر بھی (ڈر) کھاتے ہیں۔ اور دور سے ہی اس کے نوارن کے تن (اپاؤ) کرتے ہیں۔

غور کیجئے۔ اسجگہ کسطرح آپ نے بدوں کسی جھجھک کے سرکاری خطابات حاصل کرنے والونکو ملک اور قوم اور مذہب کا دشمن کہا ہے۔ اور ملک و قوم اور مذہب کا دشمن بناکر ہی آپ کا دل ٹھنڈا نہیں ہوا۔ بلکہ آپنے خطابات کو ان کے گلے میں لعنت اور غلامی کا طوق قرار دیا ہے۔ خدا را آپ کچھ تو غور کریں۔ کہ کیا ایسے نازک وقت میں آپ کیلئے یہ روا تھا۔ کہ آپ بلا وجہ اور بلا سبب سرکاری خطابات حاصل کرنے والوں کو اس طرح پانی پی پی کر کوستے۔ کون نہیں جانتا۔ کہ ایام جنگ میں سرکاری خطابات حاصل کرنے والوں نے وہ وہ خدمات ادا کی ہیں۔ کہ اس پر ہندوستان جسقدر بھی فخر کرے کم ہے۔ مگر افسوس کہ آپ کے نزدیک یہ لوگ ملک قوم اور مذہب کے دشمن ہیں۔ نہ صرف یہی بلکہ

حضرت خلیفۃ المسیح کا ارشاد

برادران۔ السلام علیکم

دل میں تو بہت کچھ ہے جو آپ لوگوں کو سنانا چاہتا ہوں۔ مگر ابھی وقت نہیں آیا اور ابھی میری صحت جو الحمد للہ کہ روزانہ ترقی کر رہی ہے ابھی اس بوجھ کو برداشت نہیں کر سکتی۔ مگر ایک بات جسکا فوراً آپ لوگوں تک پہنچانا ضروری ہے۔ اسوقت کہنی چاہتا ہوں۔ اور وہ یہ کہ سلسلہ احمدیہ کا گورنمنٹ برطانیہ سے جو تعلق ہے۔ وہ باقی تمام جماعتوں سے نرالا ہے۔ ہمارے حالات ہی اس قسم کے ہیں۔ کہ گورنمنٹ اور ہمارے خواندانک ہوئے ہوئے ہیں۔ گورنمنٹ برطانیہ کی ترقی کے ساتھ ساتھ ہمیں بھی آگے قدم بڑھانے کا موقعہ ہے۔ اور اسکو خدانخواستہ اگر کوئی نقصان پہنچے۔ تو اس صدمہ سے ہم بھی محفوظ نہیں رہ سکتے۔ اس لئے شریعت اسلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے احکام کے ماتحت اور خود اپنے فوائد کی حفاظت کیلئے اسوقت جبکہ جنگ و جدال کی گرم بازاری ہے۔ ہماری جماعت کا فرض ہے۔ کہ وہ ممکن طریق سے گورنمنٹ کی مدد کرے۔ اور چونکہ ہر ایک شخص نہیں سمجھ سکتا کہ وہ کس کس طریق سے گورنمنٹ کی مدد کر سکتا ہے۔ اور فطرت انسانی کے مطابق انسان کو بار بار یاد دلانے کی ضرورت ہے۔ اسلئے اس کام کو بہ احسن انجام تک پہنچانے کیلئے میں نے ایک کمیٹی بنائی ہے۔ جسکے گیارہ ممبر قادیان میں ہونگے۔ اور ان کے مددگار کے طور پر ہر ضلع اور ہر صوبہ میں ایک ایک ممبر مقرر کیا جائیگا۔ وہ اپنے مددگار اپنے علاقہ میں ہر ایک جگہ پر جہاں احمدیہ جماعت ہو مقرر کریگا۔ اس کمیٹی کا کام یہ ہوگا۔ (۱) احمدی جماعت میں خصوصاً اور دوسرے لوگوں میں عموماً بھرتی کی تحریک کرنا۔ (۲) مالی طور پر گورنمنٹ کی مدد کرنیکی تحریک احمدیوں اور غیر احمدیوں میں کرنا۔ (۳) احمدیوں کو جو تکالیف فوج میں ہوں ان کے دور کرنیکی کوشش کرنا (۴) پچھلی کل خدمات جو احمدیوں نے کی ہیں انکی فہرست تیار کرنا اور آئندہ ساتھ ساتھ تیار کرتے رہنا۔ یہ بھی انتظام کیا گیا ہے کہ ہر ایک خدمت جو کوئی شخص کرے۔ اس سے اس ضلع کے حکام اور پنجاب گورنمنٹ کو باقاعدہ ماہواری طور پر مطلع کیا جاتا رہے۔ میں امید کرتا ہوں۔ کہ ہماری تمام جماعت اس کام میں اس کمیٹی کی مدد کرے گی۔ اس کمیٹی کا نام "انجمن احمدیہ برائے امداد جنگ" ہوگا +

مرزا محمود احمد

* جاتی وردھو (قومی دشمنی) دہرم وردھو (مذہبی دشمنی)

اے باغیرت مسلمانو! کیا تم پسند کرتے ہو کہ آریوں اور سکھوں کے گھروں میں گھی کے چراغ جلیں

KHALSA LIBRARY

یہ امر واقعہ ہے۔ کہ آجکل نور پر نہایت ہی مشکل کا وقت ہے۔ اور دو حرفوں میں نور کی حالت کا نقشہ بیان کرنے کیلئے یہ لکھنا کافی ہے۔ کہ اسوقت نور کی زندگی اور موت کا سوال ہے۔ اپیلیں کرتے کرتے قلم گھس گیا۔ چلاتے چلاتے گلہ بیٹھ گیا۔ مگر تاحال دوستوں نے بہت ہی کم توجہ کی ہے۔ اگر دوست توجہ کرتے تو نور جیسے مجاہد پرچہ کیلئے جو تمام ہندوستان میں سکھوں اور آریوں میں اشاعت اسلام کا اکیلا ہی ذریعہ ہے۔ اسکے لئے ایکہزار روپیہ کا جمع ہو جانا کچھ بھی مشکل نہیں تھا مگر افسوس کہ ابھی تک دوستوں نے اسطرف بہت ہی کم توجہ فرمائی ہے۔ اور اسوقت تک جو اعانت نور کو ملی ہے۔ وہ ہرگز اس قابل نہیں۔ کہ نور کو زندہ رکھ سکے۔ اگر نور بند ہو گیا۔ تو بقول بزرگوار میر حامد شاہ صاحب یہ قوم کی بدنصیبی ہوگی۔ کہ نور کی روشنی ان سے الگ ہو جائے۔ اور آریوں اور سکھوں کے متعلق سلسلہ کی طاقت کو وہ کھو بیٹھیں۔

دوستو! یقیناً سمجھو کہ آریوں اور سکھوں کی آنکھیں آپ کی طرف لگی ہوئی ہیں۔ کہ آپ نور کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہیں۔ اور اگر آپ نے نور کی ہستی کو بچانے کے لئے کچھ توجہ نہ کی۔ اور نور آپ لوگوں کی سرد مہری سے بند ہو گیا۔ تو یقیناً وہ روز سکھوں اور آریوں کے لئے نہایت خوشی کا ہوگا۔ اور یقیناً اس روز سکھوں اور آریوں کے گھروں میں گھی کے چراغ جلینگے یہ کون نہیں جانتا کہ ان چند سالوں کے اندر اندر خاکسار نے سکھوں کے متعلق ایسا مفید لٹریچر پیدا کر دیا ہے کہ اس کے لئے سکھوں میں کام کرنے کیلئے کئی مبلغ پیدا ہو سکتے ہیں۔ اور آج اس امر سے کون انکار کر سکتا۔ کہ سکھ صاحبان نور سے بہت خطرہ محسوس کرتے ہیں۔ یہ واقعہ حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کی زندگی کا ہے۔ کہ ایک شخص میرے پاس آیا۔ اور کہا کہ میں حضرت باوا نانک رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق آپ سے کچھ گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے کہا بہت اچھا کیجئے۔

خدا کے فضل سے پندرہ بیس منٹ کے سوال و جواب کے بعد وہ خاموش ہو گیا۔ اور کہنے لگا کہ میں اب اپنے گھر میں جاکر یہ شلوک جو آپ نے بتلائے ہیں۔ گرنتھ صاحب سے دیکھونگا اور ایک ہفتہ کے بعد آپ کو جواب دونگا۔ میں نے کہا بہت اچھا۔ چنانچہ ایک ہفتہ کے بعد پھر وہی شخص میرے پاس آیا اور کہنے لگا۔ کہ میں علیحدگی میں آپ سے کچھ گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ میرے پاس ایک دو آدمی بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے انہیں اشارہ سے باہر بھیجدیا۔ اور کہا کہ فرمائیے۔ وہ شخص مجھے کہنے لگا۔ کہ اگر آپ یہ عہد کریں کہ آپ کسی سے میری بات کا تذکرہ نہیں کرینگے۔ تو پھر میں آپ سے وہ گفتگو کرونگا۔ جس کے لئے خصوصیت سے مجھے دو دفعہ آپ کے پاس آنا پڑا۔ میں نے کہا کہ میں سوائے اپنے گورو (مراد حضرت خلیفۃ المسیح۔ مگر اس سکھ کے سامنے میں نے سکھ ٹرم میں ہی ادا کرنا مناسب سمجھا) کہ اور کسی سے ذکر نہیں کرونگا۔ وہ بھی اگر ضرورت محسوس ہوئی۔ اور سوائے ان کے اور کسی کے سامنے نہ آپکا نام اور نہ آپ کے بھیجنے والے کا نام ظاہر کرونگا مگر اس کا یہی اصرار تھا۔ کہ آپ اپنے گورو کے سامنے بھی ذکر نہ کریں۔ مگر میں اسبات پر نہ آیا۔ اور صاف صاف کہدیا کہ ان سے ذکر نہ کرنے کے متعلق میں کوئی عہد نہیں کر سکتا۔ ہاں اتنا کہہ سکتا ہوں۔ کہ اگر میں نے ضرورت سمجھی تو ان سے ذکر کرونگا۔ خواہ مخواہ نہیں خیر لے دے کر وہ سکھ اسبات پر کچھ رضامند ہو گیا اور اس نے کہا کہ مجھے سکھوں کے فلاں بڑے آدمی نے بھیجا ہے۔ کہ میں آپ تک یہ پیغام پہنچاؤں۔ کہ اگر آپ کو یہاں سو روپیہ ماہوار ملتا ہے۔ تو ہم آپ کو دو سو دینے کے لئے تیار ہیں۔ اگر ڈیڑھ سو ملتا ہو تو تین سو مگر آپ واپس سکھ بن جائیں۔ کیونکہ آپ کے اس بیان سے کہ شری گورو نانک دیو جی مہاراج مسلمان تھے۔ ہمارے نوجوانوں پر بُرا اثر ہو رہا ہے۔ میں نے کہا کہ سکھ قوم ایک بہادر قوم ہے میں چاہتا ہوں کہ آپ بہادری سے میرا منہ بند کریں وہ یہ کہ ایک جلسہ ہو۔ اور وہاں میرے ساتھ برادرانہ طور پر تبادلہ خیالات کریں۔ اگر میں آپ پر یہ ظاہر کر دوں کہ حضرت باوا نانک رحمۃ اللہ علیہ مسلمان تھے تو پھر آپ مسلمان بن جائیں۔ اور اگر آپ مجھ پر یہ ثابت کر دیں۔ کہ حضرت باوا صاحب مسلمان نہ تھے تو میں آئندہ کیلئے حضرت باوا نانک رحمۃ اللہ علیہ کے مسلمان ظاہر کرنے سے ہاتھ اٹھا لونگا۔ وہ کہنے لگا۔ کہ اگر ہم یہ ثابت کر دیں۔ کہ شری گورو صاحب مسلمان نہیں تھے۔ تو آپ کو سکھ بننا پڑے گا۔ میں نے کہا یہ ہرگز نہیں ہوگا یہ صحیح بات ہے۔ کہ حضرت باوا صاحب کی تعلیم نے ہی اسلام کیطرف میری رہنمائی کی مگر اب اسلام کی سچائی اسطرح میرے روم روم میں سرایت کر چکی ہے۔ کہ اگر میں خدانخواستہ باوا نانک کا مسلمان ہونا ثابت نہ بھی کر سکوں۔ تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ اسلام سچا مذہب نہیں۔ اسلام کی سچائی اور حضرت باوا صاحب کے مسلمان ثابت ہونے یا نہ ہونے سے کوئی تعلق نہیں۔

خیر اس آدمی نے یہ کہا کہ میں آپ کا پیغام اس بڑے شخص کے پاس پہنچا دیتا ہوں۔ اور جو وہ کہیں گے میں ان کا پیغام آپکے پاس پہنچا دونگا۔ اس کے بعد میں نے حضرت خلیفۃ المسیح اول رحمۃ اللہ علیہ سے ذکر کیا۔ اور اپنا جواب بھی عرض کیا۔ حضور نے میرے جواب کو بہت ہی پسند فرمایا۔ اور کہا کہ مولوی محمد علی سے بھی ذکر کرو۔ حضور کے ارشاد سے میں نے مولوی محمد علی صاحب سے بھی ذکر کیا۔ مولوی صاحب نے بھی میرے جواب کو بہت پسند کیا۔ تقریباً ایک ہفتہ کے بعد پھر وہی سکھ صاحب تشریف لائے۔ اور فرمانے لگے کہ ان سے آپ کا پیغام عرض کیا وہ فرماتے ہیں۔ کہ ہم مباحثہ نہیں کرتے۔ بس یہی عرض کہ جسقدر ماہوار انکو وہاں یافت ہے ہم اس سے دوگنا تگنا دینے کیلئے تیار ہیں۔ مگر وہ سکھ بنجائیں۔ میں نے کہا بھائی صاحب آپ اس بڑے آدمی کو کہدیں کہ ایسے شخص کے سکھ بننے سے کیا فائدہ جو آج سو کی بجائے دو سو کی خاطر سکھ ہو سکتا ہے۔ وہ کل دو سو کی بجائے تین سو کی خاطر سکھ سے عیسائی بھی بن سکتا آدمی معقول تھا یہ بات اسکے دل لگی۔ اور چلا گیا۔

.....

.....اس کے متعلا

سے محض یہ مطلب ہے۔ کہ اس سے اچھی طرح اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ کہ سکھ دوست نور کے مشن سے کس طرح خطرہ محسوس کرتے ہیں۔ یہی حالت آریہ صاحبان کی سمجھ لیجئے۔ یاد رکھو اگر نور بند ہو گیا۔ سکھوں اور آریوں کے گھروں میں گھی کے چراغ جلیں وہ نور اور نور کا مشن جبکا سکھوں اور آریوں کے پے در پے حملات کچھ نہ بگاڑ سکے مگر محض آپ دوستوں کی سرد مہری سے وہ بات پوری ہو جائیگی۔ اور آپ کی

مال گھی کے چراغ جلانے کا موجب بنجائیگی

اے دوستو! کیا آپ کی غیرت اس امر کو پسند کرتی ہے؟ خدارا آپ اپنے گریبانوں میں منہ ڈالیں اور اس کا جواب دیں +

حضرت خلیفۃ المسیح کی اشد خواہش ہے۔ کہ نور زندہ رہے حضور نے نور کے لئے خصوصیت سے اپیل فرمائی جو اسی اخبار کے صفحہ ۳ پر درج ہے۔ حضرت فرماتے ہیں۔ کہ کام کرنیوالے لوگوں کی اعانت ہر ایک احمدی کا فرض ہے۔ اور اسمیں کوئی شک نہیں کہ نور اپنا کام خوب اچھی طرح سے کر رہا ہے۔ پھر حضور نے پانچ خریداروں کی قیمت اپنے ذمہ لی اب اس سے بڑھ کر نور کی قدر افزائی کا اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے۔

اگر اب بھی قوم توجہ نہ کرے۔ تو یہ قوم کی بدقسمتی ہے ہاں میں اسقدر ضرور کہونگا کہ یہی وقت ہے۔ نور کی اعانت کا۔ بچانا ہے تو بچالو۔ ورنہ جب آپکی بے التفاتی سے نور بند ہو گیا۔ تو بعد کی ہمدردی کس کام کی۔ ابھی وقت ہے۔ بچانا ہے تو بچالو +

ایک دردمند دلکی آواز:۔

جناب بابو عمر دراز خاں صاحب الہ آباد سے لکھتے ہیں:۔

حضرت شیخ صاحب سلمہ اللہ تعالےٰ۔ السلام علیکم۔ مزاج مقدس آپ کسی بات سے نہ گھبرا دیں۔ ذرا مجھے نور چشم کی سادی سے فرصت ہو جانے دیں۔ واپس آن کر نور کی مدد بسر و چشم کرونگا۔ نور برابر جاری رہے۔ مجھے سخت قلق و غم ہوگا۔ اگر خدانخواستہ یہ نور اپنی حقیقت کلی کیطرف رجوع ہو گیا + اسکی کرنیں تمام مخلوق کو زندہ و متحرک رکھے ہوئے ہیں۔ خدا وہ دن بد نہ دکھاوے۔ کہ یہ عروب ہو۔ قوم ہرگز ایسا نہ ہونے دیگی۔ بڑے افسوس کی بات ہے اگر ایسا کریگی تو یقین کر لیا جاویگا۔ کہ بس امت رسولؐ مردہ ہو چکی۔ اے قوم کیوں تو نے اپنا وطیرہ تبلیغ کا ترک کر دیا۔ کیا تو دنیا میں زندہ نہیں رہنا چاہتی۔ تجھے ذرا حیا و شرم نہیں کہ تو برادران وطن کی نگاہ میں کسقدر ذلیل ہو چکی ہے۔ تیرا احساس کیوں سلب ہو چکا۔ تجھکو رسولؐ اپنے نبی کا تجھکو قسم ہے اپنے خدائے بزرگ و برتر کی۔ اٹھ اٹھ۔ نور کی کرنوں سے اسکی تیز شعاعوں سے اپنی غفلت کی چادر کو خاکستر کر کے تو بھی بقعۂ نور بن اے رب العزت آپ اپنے نور سے اپنے رسولؐ کی امت کو اسقدر تاباں و درخشاں فرما کہ اسکی چمک دمک سے تمام عالم منور ہو جائے + آمین +

[illegible] خاں محلہ اترسویا شہر الہ آباد ۱۸ اگست ۱۹۱۷ء

ٹرکی میں اسیران جنگ

ٹرکی میں اسیران جنگ کی حالت کے متعلق گورنمنٹ آف انڈیا نے حال میں جو کمیونک شائع کیا ہے اس سے پایا جاتا ہے کہ قطا العمارہ کے فتح ہونے سے پہلے ٹرکی میں ہندوستانی اسیران جنگ کی تعداد چند ہی زیادہ نہ تھی۔ لیکن جب اپریل ۱۹۱۶ء میں قطا العمارہ مسخر ہو گیا۔ اور برطانوی اور ہندی سپاہ کی کافی تعداد ٹرکی کے ہاتھ آئی۔ اسوقت ان کے آرام و آسائش کا انتظام کرنا ضروری ہو گیا چنانچہ لندن میں ایک امدادی انجمن قائم کیگئی۔ جس کے ذریعہ ان قیدیوں کو سوئٹزرلینڈ۔ آسٹریا اور بلغاریہ کی راہ سے پارسل وغیرہ بھیجے جاتے تھے۔ نیز قسطنطنیہ میں امریکن سفارت خانہ کی معرفت انکو سامان آسائش پہنچانیکا انتظام کیا گیا۔

بیمار قیدیوں کے تبادلہ کے متعلق جنوری ۱۹۱۶ء میں ٹرکی کے ساتھ فیصلہ کیا گیا۔ جنوری ۱۹۱۷ء میں اسیران جنگ کی امدادی انجمن لندن میں قائم کی گئی۔ اس انجمن نے یہ بیڑہ اٹھایا۔ کہ وہ ہر ایک سپاہی کیلئے ضروریات زندگی مہیا کریگی۔ بعد ازاں معلوم ہوا کہ جو پارسل ترکی میں اسیران جنگ کے نام جاتے تھے۔ وہ غیر معمولی توقف کے بعد ترکی میں پہنچتے تھے۔ گورنمنٹ آسٹریا ہفتوں تک ان پارسلوں کو روک رکھتی تھی۔ اور پھر گورنمنٹ ٹرکی ان کو منزل مقصود تک نہ پہنچاتی تھی۔ جون ۱۹۱۷ء میں انجمن مذکور نے ایک غیر جانبدار جہاز میں سامان تعیش کا کافی ذخیرہ بھیجا لیکن بدقسمتی سے وہ جہاز اپنی منزل مقصود پر نہ پہنچ سکا +

امریکہ کے شریک جنگ ہونے سے پہلے یہ حالت رہی کہ امریکن قونصل متعینہ قسطنطنیہ اور حلب ان اسیران جنگ کی امداد کرتے رہے۔ اور گورنمنٹ انگریزی نے اس مطلب کیلئے امریکن سفارتخانہ کے پاس کافی سرمایہ جمع کرا دیا۔ لیکن جب امریکہ بھی جنگ میں مصروف ہو گیا۔ تو اسیران جنگ کے مفاد ہالینڈ کے سفارتخانہ کے سپرد کئے گئے۔ گورنمنٹ ٹرکی نے غیر جانبدار نمائندوں کو نظر بند اسیران جنگ کے پاس جانیکی اجازت نہیں دی۔ ۱۹۱۷ء کے ماہ اگست میں انکی مصیبت ناک حالت یہانتک پہنچ گئی۔ کہ انگریزی گورنمنٹ نے انکی امداد کا انتظام براہ راست اپنے ہاتھ میں لینے کا فیصلہ کر لیا۔ قیدیوں کی تعداد ۵۱ ہزار سے متجاوز نہ تھی۔ لیکن ان کے لئے سالانہ چار لاکھ پونڈ سالانہ کی رقم منظور کی گئی +

امداد کا انتظام ہالینڈ کے وزیر متعینہ قسطنطنیہ کے سپرد کیا گیا۔ وزیر مذکور سامان آسائش خرید کر قید خانوں تک پہنچاتا۔ اور ہر ایک سپاہی کو کچھ نقدی بھی دیتا تھا۔ ساتھ ہی ہندوستانی سپاہیوں کی امدادی کمیٹی کو دوبارہ پارسل وغیرہ بھیجنے کی ہدایت کی گئی۔ وزیر مذکور خاص شکریہ کے مستحق ہیں۔ کہ انہوں نے بہت سی تکالیف کے باوجود اپنے فرائض کو نہایت عمدگی و خوش اسلوبی سے سرانجام دیا مذکورہ بالا طریق سے اسیران جنگ کی امداد کیجاتی ہے۔ لیکن کی موجودہ صورت حالات ان کی کامیابی کیلئے ایک سد راہ ہے برطانوی افسران کو ماہانہ تنخواہ دیجاتی ہے۔ ہندوستانی اور برطانوی سپاہیوں کو نقدی دینے کا دستور نہیں ہے۔ کیونکہ پارسل وغیرہ دیر سے پہنچنے کی صورت میں وہ ضروریات زندگی خود خرید سکتے ہیں۔ لیکن ٹرکی میں گرانی اشیاء اس بات کی مقتضی ہے۔ کہ پارسلوں کے ذریعہ ضروری سامان آسائش بھیجا جائے اس رسل و رسائل کا سلسلہ باقاعدہ کرنے کے لئے گورنمنٹ آسٹریا اور بلغاریہ سے خط و کتابت کیگئی۔ لیکن اسکا تسلی بخش نتیجہ نہ نکلا۔ اس لئے مجبوراً ۱۹۱۷ء میں یہ تجویز ٹھہری۔ کہ سوئٹزرلینڈ میں برطانوی اور ٹرکی نمائندوں کی ایک کانفرنس منعقد کی جائے۔ چنانچہ ۲۸۔ دسمبر ۱۹۱۷ء پایہ تخت سوئٹزرلینڈ برن میں ایک عہدنامہ مرتب ہوا جسکی رو سے قرار پایا۔ کہ غیر جانبدار نمائندے قید خانوں کا معائنہ کر سکتے ہیں۔ بیمار قیدیوں اور فوجی عمر کے اندر یا اس سے زیادہ جو سویلین ہوں۔ ان کا تبادلہ ہو سکتا ہے۔ اس کانفرنس میں خط و کتابت۔ سامان تعیش اور مزید طبی امداد کیلئے بھی انتظام کیا گیا۔ انگریزی گورنمنٹ نے فوراً اس عہدنامہ کو منظور کر لیا۔ لیکن گورنمنٹ ٹرکی نے گذشتہ ماہ اپریل تک اپنی منظوری نہ دی تھی۔ اگر ٹرکی اپنے وعدہ پر قائم رہا۔ تو یقیناً ٹرکی میں برطانوی اور ہندوستانی اسیران جنگ کی حالت بدر جہا بہتر ہو جائیگی۔ ہماری طرف سے ٹرکی بیماروں کے واپس بھیجنے کا انتظام کیا جا رہا ہے۔ نیز ٹرکی میں ہم نے اپنے قیدیوں کو بہت سامان آسائش بھیجنے کا انتظام کیا ہے

KHILAFAT LIBRARY

گورنمنٹ اور قوم کی خدمت کا اچھا موقع

اگر آپ چاہتے ہیں کہ موجودہ جنگ کی ہولناک خونریزی جلد بند ہو

اگر آپ چاہتے ہیں کہ اس جنگ میں ہماری مہربان سرکار انگریزی کو بہت جلد فتح ہو

اگر آپ چاہتے ہیں۔ کہ سرکار انگریزی سے پائے ہوئے فیضوں کے لیے شکر گذاری اور وفاداری کا عملی اظہار کرنیکا موقع پاویں +

اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپکے پیارے ہموطن فتحیاب ہو کر میدان جنگ سے جلد اپنے گھروں کو واپس آویں +

اگر آپ چاہتے ہیں۔ کہ ملک میں سے موجودہ گرانی جلد دور ہو۔ اور خوشحالی آوے

اگر آپ چاہتی ہیں۔ کہ آپکا روپیہ سب سے زیادہ محفوظ جگہ میں جمع ہو اور اسپر آپ کو کافی منافع حاصل ہو۔ تو آپ

فوراً جنگی قرضہ میں اپنا روپیہ لگاویں + اس سنہری موقعہ کو ہرگز ہاتھ سے نہ جانے دیں

سوامی دیانند کے بیجوید بھاش پر تنقیدی نظر

KHILAFAT LIBRARY

قول ادھیائے کا دوسرا منتر۔ اے عالم انسان تو اس یگ کا جو طہارت اور علم کا ذریعہ اور سورج کی کرنوں میں رہنے والا۔ اور ہوا کے ساتھ ملک بہ ملک منتشر ہونیوالا ہے۔ اور گناہگاروں کو پاک کرنے والا۔ اور دنیا کو بنانے والا اور جگہ کو پاکیزہ کر کے آرام میں اضافہ کرنے والا ہے اسکو مت چھوڑ۔ اور تیرا یگ کی حفاظت کرنے والا یجمان بھی اس یگ کو نہ چھوڑے۔

یگ کے تین ارتھ ہیں۔ اوّل اس لوک اور پرلوک کے سکھ کیلئے علم اور معرفت اور دھرم کے کرنے سے ترقی یعنی بڑے بڑے ودوانوں کی خاطر اور عزت دوم۔ اشیاء کے صفات یعنی ان کے اتصال اور انفعال کی خاصیتوں سے صنعت کا اچھی طرح ظاہر کرنا سوم۔ ہمیشہ خالموں سے ملکر تبادلہ خیالات کرنا۔ یا اچھے اچھے ہنر علم سیکھ اور دھرم اور کلمۃ الحق کا پھیلانا۔

مطلب:۔ انسان اپنی ودیا اور پاک طریقہ سے جس یگ کا معمول کرتے ہیں۔ اس سے پاکیزگی کا پھیلاؤ زمین کی سلطنت ہوا کی مانند پران کی برابر راج نیت اتحاد سب کی حفاظت اور بالیدگی اس دنیا اور آئندہ دنیا میں آرام کی ترقی باہمی محبت کا برتاؤ اور حسد کا چھوڑنا وغیرہ وغیرہ اچھی صفات پیدا ہوتی ہیں۔ اس لئے سبکو فیاض اور اپنے آرام کیلئے علم اور پرش ارتھ سے شوق کے ساتھ یگ کی کارروائی ہمیشہ کرنی چاہیئے۔

ہماری تنقید:۔ اس اول ادھیائے کے دوسرے منتر میں بدوں کسی جھجک کے سورج پرستش کا وعظ کیا گیا ہے۔ کہا گیا ہے کہ "وہ یگ" (کیا کوئی آریہ دوست اس لفظ یگ کی تشریح کر کے ہمیں شکریہ کا موقعہ دیگا) جو طہارت اور علم کا ذریعہ ہے۔ اور اس یگ کی جو طہارت اور علم کا ذریعہ ہے۔ اسکی جائے قیام کہاں ہے۔ آگے جواب دیا گیا ہے۔ کہ وہ سورج کی کرنوں میں رہنے والا۔ اور ہوا کے ساتھ دور دراز جگہوں میں پھیلنے والا ہے۔ اور پھر وہ سورج کی کرنیں گناہگاروں کو پاک کرنیوالی اور دنیا کو بنانے والی ہیں۔ ہم نہیں سمجھتے کہ سورج کی کرنیں کسطرح ایک گناہگار کے گناہوں کو دھو ڈالتی ہیں۔ گناہ سے رستگاری حاصل کرنے کیلئے معرفت الٰہی اور تقوے کی ضرورت ہے۔ مگر یہاں صرف سورج دیوتا کی کرنوں میں ہی ایسی تاثیر ہے۔ کہ اس سے سب گناہ کافور ہو جاتے ہیں۔ اگر یہی بات ہے تو پھر کیا ضرورت ہے۔ آریہ صاحبان کو سوامی دیانند کے نصائح پر کان دھرنے کی۔ سندھیا۔ ہون کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ گائتری پڑھنے کی۔ کیا ضرورت ہے، ویدوں کے مطالع کی۔ بس سورج کی کرنوں میں کھڑے ہو گئے۔ اور سب گناہ سے پاکیزگی حاصل کر لی۔ اس تمام منتر کو آپ پڑھ جائیں۔ کوئی فقرہ اشارتاً یا کنایتہً بھی ایسا نہیں ملیگا جسمیں ایشور پرستی کی تعلیم دی گئی ہو۔ ہماری خواہش ہے۔ کہ ویدوں سے توحید ثابت ہو۔ مگر سوامی دیانند صاحب کا ترجمہ اس ضمن میں ہمارا ساتھ نہیں دیتا۔ اور پھر یہی نہیں کہ وہ یگ جو سورج دیوتا کی کرنوں میں ہے بخشندۂ گناہ ہی ہے۔ بلکہ اس سے بھی بڑھکر وہ دنیا کا بنانیوالا اور جگہ کو پاک کر کے ہمارے آرام میں اضافہ کرنیوالا ہے اس لئے ایسے یگ کو جو سورج کی کرنوں میں ہے۔ عالم لوگ کبھی نہ چھوڑیں۔ اب غور کرو۔ کہ یگ جو سورج دیوتا کی کرنوں میں ہے۔ وہی دنیا کے بنانیوالا ہے۔ اب خدا کی خالقیت تو نہ رہی۔ روح اور مادہ کو بھی جواب ملا۔ اس منتر کا اوپدیش وید کے پڑھنے والیکو خدا سے تو مستغنی کر دیتا ہے۔ اس کے بعد سوامی دیانند صاحب نے جو اس منتر سے یگ کے تین ارتھ نکالے ہیں۔ وہ اصل وید منتر اور سوامی دیانند کے وید منتر کے ترجمہ سے تو ہرگز ظاہر نہیں ہوتے۔ ہم چیلنج کرتے ہیں کہ کوئی آریہ دوست اصل وید منتر یا سوامی دیانند کے محض وید منتر کے ترجمہ سے یہ ظاہر کر دے۔ کہ اس وید منتر سے یگ کے تین ارتھ یہ ہیں۔ تو کیا اس سے صاف یہ ظاہر نہیں ہوتا۔ کہ شری سوامی دیانند صاحب کا من مانا ترجمہ ہے۔ وہ جسطرح چاہتے تھے۔ ترجمہ کر دیا کرتے تھے۔ سوامی صاحب نے جو یہ لکھا ہے۔ کہ اس منتر میں یگ کی دوسری قسم سے یہ مراد ہے۔ کہ اشیاء کی صفات اور اسکے اتصال اور انفعال کی خاصیتوں سے صنعت کو اچھی طرح سیکھنا چاہیئے اب اس فقرہ کو سوامی دیانند صاحب کے ترجمہ میں پاکر کون نہیں کہہ سکتا۔ کہ یہ دراصل سوامی جی نے اہل یورپ کی ترقی اور نئی روشنی کو سامنے رکھکر لکھا ہے۔ ورنہ اس سے پہلے جسقدر ویدوں کے مترجم اور شارح گذرے ہیں۔ اور جنمیں بڑے بڑے عالم اور فاضل ہیں اور ان کے علم و فضل کے سامنے سوامی دیانند کو بھی اپنا سر جھکانا پڑا ہے۔ ان کے تراجم میں قطعاً آپ کو کوئی ایسا اشارہ نہیں ملیگا۔ اگر سوامی جی کی بات کو تسلیم کر لیا جائے۔ کہ ویدوں کی تعلیم کا یہی اعلیٰ مگن ہے۔ کہ اشیاء کے اتصال اور انفعال کی خاصیتوں سے صنعت کاری میں کمال حاصل کیا جائے۔ تو کون نہیں کہہ سکتا کہ اس نوعیت میں اہل یورپ نے کمال حاصل کیا ہوا ہے۔ جو ویدوں کو نہیں مانتے۔ گویا ایسی باتیں ویدوں کے پڑھنے بغیر زیادہ عمدگی سے حاصل ہو سکتی ہیں۔ کیونکہ کسی ویدوں کے گیاتا اور عالم نے تو آجتک تو کوئی صنعت کاری کا اعلیٰ کیا اعلیٰ نمونہ بھی نہیں دکھلایا۔ کیا ہی اچھا ہوتا اگر وید مقدس ذرا اسکی بھی تفصیل فرما دیتے کہ فلاں فلاں اشیاء کے ملانے سے یہ یہ خاصیتیں حاصل ہوتی ہیں۔ اور پھر بہاؤ ارتھ یا مطلب میں یہ ظاہر کیا گیا ہے۔ کہ زمین کی سلطنت ہوا کی مانند پران کے برابر راج نیت کے بڑھنے میں وغیرہ وغیرہ صفات پیدا ہوتی ہیں۔ ہمیں سوامی دیانند کے ترجمہ میں سلطنت اور راج نیتک کے متعلق تو کثرت سے حوالہ جات ملتے ہیں۔ مگر کہیں ایسا حوالہ نہیں ملتا۔ جسمیں ایشور بھگتی قرب الٰہی وغیرہ پر زور ہو۔ آگے منتر تین کا ترجمہ اس طرح ہے۔

معنی:۔ جو یگ سینکڑوں جہانوں کا بنانیوالا اور پاک کرنیوالا فعل ہے اور جو ہزاروں طرح کی صفائیوں اور سکھوں کا دینے والا ہے۔ اس یگ کو نور کل اور اگنی اور پرتھوی وغیرہ تینتیس ۳۳ دیوتاؤں کا پیدا کرنے والا ایشور پاک کرے۔

اے پرمیشور آپ ہم لوگوں سے سیوا کیا گیا جو یگیہ ہے اس یگیہ سے ہم کو پاکیزگی کے لئے وید کی معرفت اور مختلف اقسام کے علوم کو بنانیوالے وید سے اچھی طرح سے پاک کیجئے۔ اے انسان تو وید کی اعلیٰ بانیوں میں سے کس کس بانی کو حاصل کرنیکی خواہش رکھتا ہے

نوٹ:۔ بانی تین اقسام کی ہیں۔ اوّل مجرد رہکر تحصیل علم میں لگنا اور پوری عمر جو استعمال کیجاتی ہے۔ دوسری جو گرہست میں قسم قسم کے ہنر اور طریقہ و کوشش میں کام آتی ہے۔ اور تیسری جو جسم اور روح کو آرام دینے والی یا ایشور اور پرماتما کی معرفت کو دینے والی "بان پرستھہ" جو ودوانوں سے سنی جاتی ہے۔ **مطلب:۔** جو انسان مذکورہ بالا ہدایات پر عمل کر کے پاک ہوتا ہے۔ اسکو ایشور بہت سی معرفت دیکر طرح طرح کے سکھ دیتا ہے۔ جو لوگ ایسے طریقوں کے عامل یا پراپکاری ہوتے ہیں۔ وہی سکھ کو حاصل کرتے ہیں۔ غفلت شعار کبھی نہیں۔

تنقید:۔ اس جگہ وید مقدس کی تین اقسام کی بانیاں یا اقوال کا ذکر کیا گیا ہے۔ ایک حالت طالبعلمی دوم بحالت دنیا داری یا گرہست آشرم سوم۔ بحالت بان پرستھہ اور پھر سوامی دیانند صاحب بہاؤ ارتھ یا مطلب میں یہ تشریح فرماتے ہیں۔ کہ جو لوگ مذکورہ بالا ہدایات پر عمل کرتے ہیں یعنی ہر سہ اقسام ویدوں کی بانیوں پر عمل کرتے ہیں۔ ان کو ایشور بہت سی معرفت دیکر طرح طرح کے علوم سے بہرہ ور فرماتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا سوامی دیانند کی ہمارے

KHILAFAT LIBRARY

ریاست دھولپور میں آریہ مندر کا جھگڑا

(اور ایک بے گناہ مسلمان اہلکار پر بعض آریہ اخبارات کا تعصب سے بھرا ہوا غصہ)

ہادی النظر میں ہم آریہ مندر کی جگہ موٹر خانہ بنانیکے فعل کو اچھی نظر سے نہیں دیکھتے۔ مگر مقامی حالات سے ہم دور و دراز فاصلہ پر بیٹھے ہوئے کوئی قطعی رائے قائم بھی نہیں کر سکتے۔ دھولپور کا والئے ریاست ایک نرم دل رعایا پرور ہندو مہاراجہ ہے۔ اسکے نزدیک آریہ مندر کو تبدیل کرنیکے لئے ضرور معقول وجوہات ہونگی۔

مگر ہمیں حیرت اور تعجب تو اسبات پر ہے۔ کہ بعض متعصب آریہ اخبارات خان بہادر قاضی عزیز الدین صاحب بی۔ اے۔ دیوان ریاست جیسے بے تعصب خلیق حاکم پر بلاوجہ اور بلاسبب برس رہے ہیں۔ اور انہوں نے تہذیب اور اخلاق کو بھی جواب دیدیا ہے اللہ اس تماش میں مشہور متعصب مُنہ پھٹ دریدہ دہن مسافر آگرہ کا نام اوّل درجہ پر ہے۔ جس نے خان بہادر قاضی عزیز الدین دیوان ریاست کو بدوں کسی وجہ کے پانی پی پی کر کوسنے کا اجارہ لے رکھا ہے۔ چنانچہ یہ اخبار خان بہادر قاضی عزیز الدین جیسے بے تعصب حاکم کو ایک اخبار میں پچاس دفعہ اے قاضی۔ او قاضی کے گستاخانہ اور پایہ تہذیب سے گرے ہوئے الفاظ سے یاد کرتا ہے۔ اور کھلی صلواتیں سناتا ہے۔ بازاری لوگ اور بھٹیارنیں بھی لڑتے وقت تہذیب اور اخلاق کی شاہ رگ پر اس بیدردی سے انگوٹھا نہیں رکھتیں جسطرح یہ تعلیم یافتہ ایک بیگناہ مسلمان اہلکار کے مقابلہ پر تہذیب اور اخلاق کو کند چھری سے ذبح کر رہا ہے۔ مگر افسوس کہ مسلمان پریس یہ نظارہ دیکھتا ہے۔ کہ ریاست کے ایک معزز دیسی اہلکار کو محض مسلمان ہونیکے سبب سے بدنام کرنیکے لئے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا جاتا۔ مگر مسلم پریس آنکھیں بند کر کے یہ تماشہ دیکھتا ہے اور ٹس سے مس تک نہیں ہوتا۔ اور اگر یہی صورت کسی ہندو اہلکار سے ہوتی تو دیکھتے کہ آریہ پریس شور و محشر بپا کر کے آسمان سر پر اٹھا لیتا۔ بے شک زندگی اور موت کی یہی علامت ہے۔

آہ آریہ سماج کے حلقہ میں کوئی بھی ایسا ذی اثر شخص نہیں جو اس گرے ہوئے اخلاق کیلئے مسافر آگرہ کے کان اینٹھے۔ ہم آریہ پریس کو نہایت درد اور خیر خواہی سے یہ مشورہ دیتے ہیں۔ کہ وہ داد رسی کیلئے دل کھول کر اپنا ڈیفنس پیش کرے مگر تہذیب اور اخلاق کے اندر رہکر۔ اگر تہذیب اور اخلاق کو جواب دیکر کوئی چیز حاصل ہو بھی جائے۔ تو ایسی چیز سے فائدہ ہی کیا۔

مسافر آگرہ کا مُنہ پھٹ اڈیٹر یہی نہیں کہ وہ صرف ایک بے تعصب اور خلیق اہلکار کو کوسنے سے ہی خاموش ہو جاتا ہے نہیں نہیں بلکہ وہ ساتھ اسکے ہندوستان کے نوکر ڈرٹ مسلمان باشندوں کے دل کو مجروح کرنا ضروری سمجھتا ہے۔ چنانچہ اسی اخبار کے صفحہ ۴ پر لکھتا ہے۔ بے شک آریوں کا دھرم انہیں مسلمانوں کی طرح جہاد کی اجازت نہیں دیتا۔ مذہب کے نام پر دنگہ فساد کرنیکا روادار نہیں۔ دھرم کے نام پر دوسروں کو تڑپانا ستانا اور مارنا پیٹنا نہیں سکھلاتا"۔ مقام غور ہے۔ کہ اسجگہ مسافر آگرہ کے دریدہ دہن ایڈیٹر نے مسلمانوں پر صریح یہ الزام لگا کر کہ مسلمان جہادی ہیں مذہب کے نام پر دنگا و فساد کرنیوالے ہیں۔ مذہب کے نام پر دوسروں کو تڑپانے اور مارنے والے ہیں مسلمانوں جیسی امن پسند جماعت پر آگ کے انگارے پھینکنے چاہے ہیں۔ ہم نہیں سمجھتے کہ وہ شخص جسکی کتاب میں یہ ہدایت ہو۔ کہ "ادھرمی (ادھرمی کی تشریح ستیارتھ ص۴۶۰ جو ویدوں کو نہ ماننے والا ہو) خواہ سب سے بڑھکر صاحب وسیلہ نہایت طاقتور اور صاحب لیاقت بھی ہو۔ تو بھی اسکی بربادی اور تنزل اور تخریب میں ہر وقت لگا رہے۔ دیکھو ستیارتھ ص۴۴۲۔ پھر ملاحظہ ہو ستیارتھ پرکاش ص۱۷۴ دشٹ پرشوں (ویدوں کے نہ ماننے والوں) کے مارنے میں قاتل کو کوئی گناہ نہیں ہوتا۔ خواہ کھلم کھلا مارے۔ خواہ لُک چھپ کر"۔ آہ۔ اس سے بڑھکر بھی کوئی اور تعلیم دنگہ فساد۔ تڑپانے ستانے اور مارنے کا موجب ہو سکتی ہے۔ ہم پسند نہیں کرتے۔ ورنہ ہم جلا دیتے کہ شیش محل میں بیٹھکر راہ چلتے مسافروں پر اینٹ پتھر پھینکنے کا یہ نتیجہ ہوا کرتا ہے۔

چند سال کی بات ہے کہ بھرت پور کی اسلامیہ انجمن نے اپنے سالانہ جلسہ پر مجھے مدعو کیا۔ ان دنوں جناب خان بہادر قاضی عزیز الدین صاحب بھرت پور میں دیوان ریاست تھے۔ وہاں انکی ہر دلعزیزی اور نیکنامی کا یہ شہرہ تھا۔ کہ وہاں کے ہندو آپ کو دیوتا اور فرشتہ کے نام سے پکارتے تھے۔ اس پر ہی بس نہیں ہے۔ اس جھگڑہ کے دوران میں بھی باوجود غضب میں بھرے ہوئے ہونیکے آریہ اخبارات قاضی صاحب کے اخلاق حسنہ کی داد دیئے بغیر نہیں رہ سکے۔ چنانچہ پرکاش ۱۰۔ بہادوں کے صفحہ ۱۰ پر لکھتا ہے۔ کہ قاضی صاحب نے اقرار کیا۔ کہ راؤ راجہ تیج سنگھ جی پر دنگا آریہ پرتی نِدھی بسہا اور مہاراجہ دھولپور اس وشے (معاملہ) کو شیگھر (جلدی) ہی آریہ سنسار کے پکش (رضامندی) میں طے کر دینگے پھر آگے چلکر یہی اخبار لکھتا ہے۔ کہ قاضی صاحب نے کہا کہ ہم ابھی مہاراج رانا کو تار دیکر فوجی پہرہ ہٹانے اور تعمیر بند کرنیکے لئے پوچھتے ہیں پھر آگے چلکر یہی اخبار لکھتا ہے۔ کہ قاضی جی نے کنور چاند کرن شاردا اور پنڈت تارادت جیکو کئی بھومی بھاگ (زمین کے حصص) دکھلانے اور نرسنگھ محل میں ٹھہرنے کیلئے کہا پر نتو (لیکن) انہوں نے انکار کر دیا۔

اب خیال کرو کہ ایسے بے تعصب اور ہر دلعزیز حاکم کو بدنام کرنا یہ انصاف کو پاؤں تلے کچلنا نہیں تو اور کیا ہے۔ قاضی صاحب ہر طرح سے تسلی دلاتے ہیں کہ میں مہاراجہ صاحب سے ابھی بذریعہ تار دریافت کرتا ہوں۔ کہ مندر سے فوجی پہرہ اٹھا دیا جائے اور تعمیر بند کر دیجائے۔ صرف یہی نہیں بلکہ قاضی صاحب چار پانچ جگہ آریہ سماجیوں کو مندر کے لئے دکھلاتے ہیں۔ انہیں ایک باغ میں عالیشان کوٹھی میں ٹھہرنے کیلئے کہتے ہیں۔ مگر افسوس کہ پھر بھی آریہ پریس ایسے ذی خلق اور ہر دلعزیز حاکم کو بدنام کرنا ضروری سمجھتا ہے سچائی میں ایک طاقت ہے۔ جو اپنا اثر دکھلائے بغیر نہیں رہ سکتی خود مسافر آگرہ کو بھی جس نے قاضی صاحب کو بدنام کرنے کا ٹھیکہ لے رکھا ہے مجبوراً قاضی صاحب کے اخلاق کے سامنے سر جھکانا پڑا ہے۔ چنانچہ وہ اپنے ۲۳۔ اگست کے اشو میں لکھتا ہے کہ منتری جی کی ہدایت کے مطابق پنڈت تارادت جی اور بابو چاند کرن جی دونو قاضی سے ملنے گئے۔ قاضی ان آریہ سماج کے قائمقاموں سے بڑے ہی اخلاق سے پیش آیا۔ اور ہر طرح انکی خاطر تواضع کی"۔

اب اس جگہ مسافر آگرہ کی زبانی ہی جناب قاضی صاحب کا اخلاق فاضلہ ملاحظہ ہو۔ اور مسافر کی اپنی بد خلقی کو دیکھئے قاضی صاحب ان آریہ سماجی قائمقاموں سے بڑے اخلاق سے پیش آتے۔ اور انکی خاطر مدارات کے لئے کوئی دقیقہ باقی نہیں چھوڑتے مگر مسافر آگرہ کا مُنہ پھٹ اور جسان فراموش ایڈیٹر پھر بھی قاضی سے ملنے گئے۔ قاضی ان سے اچھی طرح پیش آیا اس حقارت سے نام لیتا ہے۔ کہ جسطرح کچہری کے ایک اردلی ملازم کا نام لیا جاتا ہے۔ حالانکہ مکرم قاضی صاحب گورنمنٹ انگلشیہ کے ہاں خان بہادری کا خطاب رکھتے ہیں۔ اور ایک ریاست کے وزیر اعظم ہیں۔ اور وہ باوجود اسقدر عہدہ جلیلہ پر فائز ہونیکے آریہ سماج کے ممبروں سے کمال انکساری اور خلق عظیم سے پیش آتے ہیں۔ مگر مسافر آگرہ کا ایڈیٹر قاضی قاضی اور تو تو کا لفظ لکھکر اپنی کمال بدتہذیبی اور بد تہذیبی کا نمونہ دکھلاتا ہے۔ تبھی تو ایک دفعہ بیچارے پرکاش کو یہ لکھنا پڑا تھا کہ آریوں کو احمدیوں سے اخلاق سیکھنا چاہیئے۔ پھر آگے چلکر مسافر آگرہ کو جناب قاضی صاحب کی وسعت قلبی اور اخلاق حسنہ کے سامنے مجبوراً اسطرح سر خمیدہ کرنا پڑا۔ کہ قاضی نے کہا کہ تمہارے آپ لوگ ٹھہرے ہوئے ہیں وہاں کوئی پاخانہ وغیرہ نہیں۔ اور آپ صاحبان کو تکلیف ہوتی ہوگی۔ بہتر ہو کہ آپ نرسنگھ کوٹھی میں قیام کریں۔ مگر ہم نے انکار کر دیا۔ ایسے ذی خلق اور ہر دلعزیز حاکم کو بدنام کرنا یہ صرف مسافر آگرہ جیسے آریہ اخبارات کا ہی حوصلہ ہو سکتا ہے۔ کیوں محض اسلئے کہ انکا نام عزیز الدین ہے۔ اگر عزیز الدین کی جگہ پیارے لال ہوتا۔ تو صورت معاملہ کچھ اور ہی ہوتی۔ معلوم ہوتا ہے کہ دھولپور پہنچکر آریہ صاحبان نے خود سری کا اجارہ لے لیا ہے۔ چنانچہ آریہ پتر کا لاہور اپنے ۲۳۔ اگست کے نمبر میں لکھتا ہے۔ دھولپور کے کلکٹر صاحب نے آدمی بھیجکر پنڈت تارادت کو بلایا پنڈت جی نے اس آدمی کے ہاتھ کہلا بھیجا۔ کہ میں عدالت میں کلکٹر صاحب سے ملنے کیلئے تیار نہیں یہ جواب لیکر چپراسی چلا گیا۔ اور شام کیوقت کلکٹر صاحب ازراہ عنایت خود ہی پنڈت جی کی جائے قیام پر تشریف لائے۔ پھر پرکاش ۱۰۔ بہادوں میں اسکا ایک نامہ نگار لکھتا ہے۔ کہ کلکٹر صاحب اور کوتوال صاحب بہت کچھ زبانی سمجھاتے رہے۔ مگر ہم لوگوں نے پھر بھی تعمیل حکم سے انکار ہی کیا۔ آخر کار ہمارے نہ ماننے سے ہمارے ساتھ زبردستی کی گئی تے

اس سے بھی اندازہ لگالو کہ ریاست کے اہلکاروں نے کس قدر سے کام لیا۔ پھر مہاتما منشی رام کے اخبار میں مہاراناصاحب دھولپور کا ایک تار چھپا ہے۔ جسمیں حضور مہاراناصاحب نے راج کمار جم

کریں مگر قانون کے اندر رہ کر + تذکرہ آریہ گزٹ ہاوی ہے۔ کہ مہاراجہ دھولپور نے آریہ سماج کے حسب منشاء فیصلہ کر دیا ہے +